شخصیت امیرالمومنین علیہ السلام

مؤلف

رہبر معظم آیت اللہ العظمیٰ

سید علی الحسینی الخامنہ ای دام ظلہ العالی

مترجم

مولانا سید بلال حیدر کاظمی

ناشر

معراج کمپنی لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب .... شخصیت امیر المومنین علیہ السلام
مؤلف .... آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای دام ظلہ العالی
مترجم .... مولانا سید بلال حیدر کاظمی
اردو تصحیح .... مجاہد حسین حرؔ
پروف ریڈنگ .... خانم آر چوہدری
کمپوزنگ .... قائم گرافکس۔ جامعہ علمیہ ڈیفنس کراچی۔ ۰۳۴۵-۲۴۰۱۱۲۵۲۴
ناشر ....

ملنے کا پتا

معراج کمپنی

بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

042-37361214،0321-4971214

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد: 0333-5234311

انتساب

محبانِ علیؑ و پیروانِ علیؑ کے نام

عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام ورحمت ہو ان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصرفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ لیکن اب الحمد للہ جناب مولانا مجاہد حسین حرؔ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے خدا کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاء اللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ اوران کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

"شخصیت امیر المومنینؑ" ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت، کردار اور انداز سیاست کو بیان کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت ہمارے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت کے

لئے کام کر رہے ہیں، ہماری دعا ہے رب العزت تمام امت مسلمہ کوعزت وسربلندی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بداخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔(آمین)

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمد باقر امین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کواپنی دعائیں میں یادرکھیں۔

ادارہ

فہرست کتاب

مقدمہ 13
علی علیہ السلام کی متوازی شخصیت 17
علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو بہو ایک مثال 18
آپ کے اٹل فیصلے اور رحم دلی 19
خوارج کو ٹھیک سے پہچانیں 21
پرہیزگاری اور حکومت امیر المومنین علیہ السلام 23
قدرت اور حضرت علی علیہ السلام کی مظلومیت 26
حضرت علی علیہ السلام کی سادگی اور زہد 26
عدالت امیر المومنین علیہ السلام 28
علی علیہ السلام کی دعا اور توجہ و استغفار 28
استغفار کا اثر 31
مختلف حالات و شرائط کا سامنا 33
علی علیہ السلام کی زندگی کے مختلف دور 35
امیر المومنین علیہ السلام کی بزرگی و عظمت 38
حضرت علی علیہ السلام کی ہمراہی 39
امیر المومنین علیہ السلام کی اجتماعی عدالت 40

پارسائی وزہد امیر المومنین علیہ السلام 43
نظام اسلامی کے عہدیداران امام علی علیہ السلام کے اصلی مخاطبین 44
علی علیہ السلام کی تہ در تہ شخصیت درس جاویدانی ہے 45
امیر المومنین علیہ السلام کا جہاد 46
حکومت کے معنی میں تبدیلی 47
ولایت علی علیہ السلام سے تمسک 48
علوی معاشرہ 49
مقصد محرومین اور عوام کی خدمت ہو 50
ظلم کے خلاف جنگ 50
اخلاص حضرت علی علیہ السلام 51
علی علیہ السلام بام عروج پر 53
اخلاص اور جوہر عمل 54
فقط رضائے الٰہی 56
حضرت علی علیہ السلام سے اخلاص آموزی 56
حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے ستون ہدایت منہدم ہو گیا 59
حکومت علوی کی خصوصیات 60
آپ کی حکومت کی پہلی خصوصیت 62
حضرت کا تین طرح کے لوگوں سے مقابلہ: 63
مسئلہ ولایت میں گمراہ گروہ 65
ولایت دین کا بنیادی ترین مسئلہ 65

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کب یہ موقع پیش آیا تھا؟ 68
عمار یاسر فتنوں کو برملہ کرنے والے 68
خوارج کون تھے؟ 69
خوارج کے ایک فرد سے حجاج بن یوسف کا مناظرہ 71
جنگ نہروان 73
استقامت کے لیے بصیرت لازمی ہے 75
حکومت امیر المومنین علیہ السلام کی دوسری خصوصیت 76
زہد کی طرف قدم بڑھایئے 77
حکمرانوں کو زہد کا سبق 79
اثبات غدیر، فضائل و کمالات 82
غدیر کا ایک پہلو فضیلت و بزرگی مولا علی علیہ السلام 82
غدیر کا دوسرا پہلو مسئلۂ ولایت 84
جمہوری ترین حکومت 84
اقدار، ولایتِ اسلامی کا سرچشمہ 85
مسلمانوں کے ذریعے ولایت کا تجربہ 86
ولایت اسلامی، اقوام عالم کے لئے سعادت کا راستہ 87
شجاعت حضرت علی علیہ السلام 89
شجاعت ایک عظیم اور تعمیری صفت 93
زندگی کے تمام مراحل میں شجاعت 99
حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت سے درس عمل 103

حضرت علی علیہ السلام کا اقتدار نفس 104
گل گلاب 106
علی علیہ السلام کی زندگی نمونہ عمل 108
امیرالمومنین علیہ السلام کے ذریعے عدالت اور حدود الٰہی کا اجراء 109
خدا کے کام میں کوئی رورعایت نہیں 111
علی علیہ السلام کے ہاں کوئی ساز باز ممکن نہیں 114
احکام اسلامی میں آپ کا اٹل رہنا اور کوئی سمجھوتہ نہ کرنا 114
حفاظت بیت المال میں پرعزم 116
بے جا توقعات کے مقابلہ میں اٹل رہنا 118
معاویہ کے بارے میں اہل سنّت کا نظریہ 120
تم مجھے حساب دو 123
تقسیم مناصب اور عہدے سے برخواست کرتے وقت علی علیہ السلام کے اٹل فیصلے 125
حضرت علی علیہ السلام پر تھوپی جانے والی جنگیں 127
جنگ جمل 127
جنگ صفین 129
جنگ نہروان 131
خشک ومقدس مآب افراد کا جتھا 133
عدالت علی علیہ السلام 135
اجتماعی ذمہ داری کے لئے اسلامی معیارات 136
آگاہی اور ثابت قدمی حضرت علی علیہ السلام کی دو ممتاز صفتیں 138

بیگانوں کے تسلط کا خاتمہ کے لئے ضروری بیداری اور پائیداری 140
اقتدار علی علیہ السلام اور ان کی مظلومیت و کامیابی 141
تاریخ کا مظلوم ترین انسان 143
علی علیہ السلام کے چہرہ پرنُور کی تابانی 144
امیرالمومنین علیہ السلام کے مقابل تین طرح کے مکتب فکر کی صف آرائی 147
دنیائے اسلام میں حکومت اموی کے کِھلائے ہوئے گل 149
جو لوگ حکومت میں حصہ دار بننا چاہتے تھے! 149
وہ کج فہمیاں جو حکومت شام کی طرف سے پیدا کی گئیں!! 151
جن غلط کاموں کی بنیاد پر اسلام کی آڑ میں علیؑ سے جنگ کی گئی 152
پیروان علی علیہ السلام کے خلاف سازش 156
شہادت حضرت علی علیہ السلام کی مصیبت 158
دعائیہ کلمات 164
حضرت علی علیہ السلام کی میلاد کے موقع پر خطاب 166
نہج البلاغہ ایک بحر بیکراں 171
امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی سراپا درس 171

"میں چالیس سال صرف اس کوشش میں رہا کہ کسی بھی کتاب سے علی علیہ السلام کی ایک غلطی یا ایک خامی تلاش کرلوں۔لیکن چالیس سال کی تحقیق اور مطالعے کے بعد بھی میں وہیں کھڑا ہوں جہاں چالیس سال پہلے تھا"

(مصنف ندائے عدالت انسانی)

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چاروں طرف گرد و غبار پھیلا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد جب غبار چھٹا تو دیکھا کہ علی علیہ السلام کے ہاتھ میں عمرو بن عبدود کا سر ہے صرف یہی نہیں بلکہ اگر تاریخ کے کچھ اوراق پلٹائیں گے تو پھر علی علیہ السلام کے ہاتھ میں کبھی مرحب کا اور کبھی عنتر کا اور کبھی کسی اور کا سر نظر آئے گا۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ جو اتنا بہادر اور نڈر سپاہی ہوگا وہ تاریخ کے کچھ اوراق پلٹنے کے بعد ساری ساری رات عبادت اور نماز میں کھڑا ہوا نظر آئے گا۔ یہی شخص جب منبر رسولؐ پر بیٹھ کر ظاہری طور پر حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو انصاف اور عدالت کی وہ مثال قائم کرتا ہے کہ جس پر ہر نبی اور دنیا کا ہر بادشاہ آج تک انگشت بدنداں ہے۔

اگر بات صرف یہاں تک محدود ہوتی تو شاید میں چپ رہتا لیکن جب علی علیہ السلام حاکم اسلامی ہونے کے باوجود راتوں کو یتیموں کی خدمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو یہ دنیا کی پہلی اور آخری مثال ہے۔

یہی مرد میدان جب جمل، صفین اور نہروان کے میدان میں دشمنوں کے سامنے آتا ہے تو جیتنے کے بعد اس کے چہرے پر فتح کی لالی نہیں بلکہ مسلمانوں کا خون بہنے کا افسوس ہے۔

علمی میدان میں جہاں تک نظر دوڑائیں گے علی علیہ السلام ہی علی علیہ السلام نظر آئے گا۔ چاہے علم نحو ہو چاہے علم تفسیر ہو چاہے علم فقہ ہو چاہے علم فلسفہ۔ جس طرف بھی جائیں گے جائے پناہ سوائے علی کے اور کوئی نہیں پائیں گے۔ علی علیہ السلام جس جگہ پیدا ہوئے وہ خانہ کعبہ ہے اور جس جگہ اس دنیا کو فزت و رب الکعبہ کہہ کر ظاہری طور پر آنکھ بند کی وہ مسجد کوفہ۔ کعبے سے زیادہ مقدس جگہ کا مجھے نہیں پتہ اور مسجد کی محراب میں شہادت سے بڑے رتبے کا بھی مجھے علم نہیں ہے۔

میں بہت زیادہ لکھ گیا۔ اگر ایک مفکر کا قول نقل کر دیتا تو بات شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی۔ "ندائے عدالت انسانی" کا مصنف مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی لکھتا ہے

> "میں چالیس سال صرف اس کوشش میں رہا کہ کسی بھی کتاب سے علی علیہ السلام کی ایک غلطی یا ایک خامی تلاش کرلوں۔ لیکن چالیس سال کی تحقیق اور مطالعے کے بعد بھی میں وہیں کھڑا ہوں جہاں چالیس سال پہلے تھا"

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے کسی پیشہ ور مصنف کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسے شخص کے خطبات کا گلدستہ ہے جو نام کا بھی علی ہے اور کام و پیروی میں بھی مولا علی علیہ السلام کا صحیح جانشین ہے۔

جی ہاں! آپ نے صحیح پہچانا نائب برحق امام زماں عجل اللہ فرجہ الشریف حضرت آیت العظمیٰ سید علی حسینی خامنہ ای دامت برکاتہ۔ یہ آپ کے ان خطبوں کے چند ٹکڑے ہیں کہ جن کی للکار سن کر امریکہ کے وہائٹ ہاؤس سے لے کر اسرائیل کے ایوانوں تک سب پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ علی علیہ السلام کی زندگی کے اُن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ جن پر بہت کم کام ہوا ہے اور اتفاقاً آج کل کے معاشرے میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ انتہائی مشکل سیاسی مسائل کو تحلیل کر کے نہایت سادہ زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ جو آج کل

کے تمام سیاستدانوں بلکہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے انسان کے لیے مشعل راہ ہے۔ یہ کتاب تولیٰ، تبریٰ، عبادت اور تبلیغ دین کا چھوٹا سا مجموعہ ہے۔

آخر میں خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ ہم سب کو علی علیہ السلام کی طرح زندگی گزارنے کی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید بلال حیدر کاظمی

۱۳۔ رجب المرجب۔ ۱۴۲۶ھ

معارف علوم اسلامی۔ شعبہ حوزہ علمیہ قم

امیرالمومنین علیہ السلام ہمارے مولا ہیں امام ہیں آقا وسردار ہیں ہم شیعوں کو ان کی محبت پر ناز ہے اگر ہم لوگوں کے سامنے کوئی علی علیہ السلام کو ان کی عظمت وبزرگی سے گھٹاتا ہے تو ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اسے ناپسند کرتے ہیں تو پھر ان کی ولایت کا کچھ نہ کچھ اثر ہماری عملی زندگی میں بھی نظر آنا چاہیئے۔

علی علیہ السلام کی متوازی شخصیت

امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذات ایک بہت بڑے اوقیانوس کے چھپے ہوئے کنارے کی طرح ہے کہ ایک انسان کے لئے جسکا پوری طرح سے احاطہ کرنا ناممکن ہے آپ جس طرف سے بھی فضیلت کے اس سمندر میں وارد ہونے کی کوشش کریں گے آپ عظمت کی ایک کائنات کا بچشم خود مشاہدہ کریں گے، عجائبات کی ایک دنیا مختلف ندّیاں، گہرائیاں، قسم قسم کے دریائی حیوانات اس طرف کو چھوڑ کر ایک دوسرے کنارے سے وارد ہوں تو پھر بھی یہی منظر دکھائی دے گا۔ اگر اس اوقیانوس کے تیسرے چوتھے یا دسویں حصے کی طرف جائیں یا جس طرف سے بھی اس کے اندر داخل ہوں۔

اسی طرح کے عجائب و غرائب انسان کو حیرت میں ڈالتے رہیں گے ذات امیر المومنین علیہ السلام بھی کچھ اسی طرح ہے اور اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں ہے ان کی ہمہ گیر وآفاقی شخصیت کے لئے یہ مثال بھی نارسا دکھائی دیتی ہے ان کی ذات واقعاً عجائب وغرائب کا ایک شگفتہ انگیز مجموعہ ہے۔ یہ اظہارات ایک انسان کے عجز وناتوانی کو بتا رہے ہیں جس نے خود ایک مدّت تک آپ کی شخصیت کو زیر مطالعہ رکھا ہے اور پھر یہ محسوس کیا کہ اس فضیلت مآب ذات علی علیہ السلام کو ایک معمولی ذہن اپنی اس عقل وفہم کے ذریعہ سمجھنے سے قاصر ہے اس لئے کہ ان کی ذات ہر طرف سے شگفت آور نظر آتی ہے۔

علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو بہوا یک مثال

اگر چہ امیر المومنین علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد خاص اور ان کی ہو بہو تصویر ہیں مگر یہی عظیم المرتبت شخصیت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے، خود کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل ناچیز سمجھتے اور آنحضرت کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں مگر جب ہم انہیں بحیثیت ایک بشر دیکھتے ہیں تو وہ ایک انسان سے بالاتر نظر آتے ہیں، کیونکہ ہم اس جیسی عظمتوں کی حامل ذات کا تصور ہی نہیں کر سکتے انسان کے ذرائع معلومات یعنی عقل وادراک وفہم (البتہ میں ٹیلیویژن وکیمرہ کی بات نہیں کرتا جو کہ انسانی ذہن سے بھی حقیر تر ہیں اور ذہن انسانی ہر مادی اسباب سے بلند وبرتر ہے) اس سے کہیں ناچیز وکمتر ہیں کہ وہ امیر المومنین علیہ السلام کی شخصیت کو ایسے لوگوں کے سامنے پوری طرح پیش کر سکے جو تہذیب نفس اور روحانی کشف وشہود کی منزل تک پہنچ ہی نہیں سکے ہیں۔

البتہ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ ایسے عرفاء بھی ہیں جو روحانی پاکیزگی اور تہذیب نفس کی وجہ سے کشف وشہود کی منزل پر پہنچ کر ممکن ہے آپ کی شخصیت کے کچھ پہلوؤں کو درک کر سکیں لیکن ہم جیسے لوگ ان تک رسائی نہیں رکھتے۔ میں آپ کے سامنے امیر المومنین علیہ السلام کی ایک خصوصیت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جس خصوصیت کو میں امیر المومنین علیہ السلام کی ذات میں توازن سے تعبیر کرتا ہوں جو آپ کی زندگی میں ایک عجیب وغریب توازن ہے یعنی بظاہر کچھ صفات آپ کی ذات میں اس طرح خوبصورتی سے یکجا ہیں کہ جو خود اپنی جگہ حسن کا ایک مرقع بن گئی ہیں جبکہ ایک انسان کے اندر یہ صفات اکھٹی ہوتی دکھائی نہیں دیتیں یا ہم دکھائی نہیں پڑتیں، اور علی علیہ السلام کے وجود میں ایسی متضاد صفات ایک دو نہیں بلکہ بے انتہا جمع ہوگئیں ہیں۔

میں یہاں ان میں سے چند صفات کو آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں:

آپ کے اٹل فیصلے اور رحم دلی

مثال کے طور پر بیک وقت ایک انسان کسی کے ساتھ رحم دلی بھی کرے اور وہیں پر اپنا فیصلہ بھی اٹل رکھے اور قطعاً کسی کو بے جا حق دینے پر راضی نہ ہو یعنی رحم دلی اور قاطعیت آپس میں دو ایسی متضاد صفتیں ہیں جو ایک شخص کے اندر جمع نہیں ہو سکتیں! لیکن حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اندر رحم دلی، عطوفت و محبت اپنی حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے جو ایک عام انسان کے اندر بہت کم نظر آتی ہے مثال کے طور پر فقیروں کی مدد کرنے والے اور پسماندہ لوگوں کی مشکلات حل کرنے والے آپ کو بہت ملیں گے۔ مگر ایک ایسا شخص جو

(۱) اس کام کو اپنی حکومت کے دوران انجام دے،

(۲) اس کا یہ عمل ایک دو دن نہیں ہمیشہ کا ہو

(۳) تنہا مادّی مدد تک ہی اس کا یہ عمل محدود نہ رہے بلکہ وہ بنفس نفیس ایسے لوگوں کے گھر جائے، اس بوڑھے کی دلداری کرے، اس نابینا کو دلاسا دے، ان بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح کھیلے اس کا دل بہلائے اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد بھی کرے پھر ان سے رخصت ہو یہ فقط امیر المومنین علیہ السلام ہی کی ذات ہے اب ذرا بتایئے آپ دنیا کے رحم دل انسانوں میں اس جیسا کتنوں کو پیش کر سکتے ہیں!؟

حضرت علیہ السلام مہر و محبت عطوفت اور رحم دلی میں اس طرح سے دکھائی دیتے ہیں کہ ایک بیوہ جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس کے گھر جاتے ہیں، تنور روشن کرتے ہیں ان کے لئے روٹیاں سینکتے ہیں ان کے لئے کھانا پکاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے ان یتیم بچوں کو کھانا کھلاتے ہیں یہی نہیں بلکہ اس لئے کہ ان بچوں کے لبوں پر بھی دیگر بچوں کی طرح مسکراہٹ آئے اور وہ بھی کچھ دیر کے لئے غم و اندوہ سے باہر نکل سکیں ان کے ساتھ بچوں کی طرح کھیلتے بھی ہیں انہیں اپنی پشت پر سوار کرتے ہیں ان کے لئے ناقہ (اونٹ) بنتے ہیں اس جھونپڑی میں انہیں مختلف

طریقوں سے سرگرم رکھتے ہیں تاکہ وہ بھی مسکرا سکیں یہ ہے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی رحم دلی اور محبت وعطوفت کی ایک مثال یہاں تک کہ محبت کا یہ برتاؤ دیکھ کراس زمانے کے ایک بزرگ کہتے ہیں اس قدر امیرالمومنین علیہ السلام یتیموں اور بے سہارا بچوں سے محبت سے پیش آتے اور ان کے منہ میں شہد ڈالتے اور انہیں پیار کرتے تھے کہ خود میں تمنا کرنے لگا:

'موددتُ ان اکون یتیماً

کاش میں بھی یتیم ہوتا تاکہ مجھے بھی علی علیہ السلام اسی طرح پیار کرتے! یہ آپ کی محبت ہے۔

اور یہی علی علیہ السلام جنگ نہروان میں بھی ہیں جب کچھ کج فکر اور متعصب لوگ بے بنیاد بہانوں سے آپ کی حکومت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں پہلے آپ انہیں نصیحت کرتے ہیں کہ وہ جس کا مطلقاً اثر نہیں لیتے، احتجاج کرتے ہیں مگر اس کا بھی کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ کسی تیسرے آدمی کو صلح ومصالحت کے لئے واسطہ بناتے ہیں ان کی مالی امداد کرتے ہیں ساتھ ساتھ رہنے کا وعدہ دیتے ہیں مگر ان سب سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور آخر کار وہ لوگ لڑنے پر تل جاتے ہیں پھر بھی آپ انہیں نصیحت کرتے ہیں مگر آپ کی یہ نصیحت ان کے لئے بے فائدہ ثابت ہوتی ہے اس وقت پورے شدومد کے ساتھ پوری قطعیت سے پرچم زمین پر گاڑ کر فرماتے ہیں:

تم میں سے کل تک جو بھی اس پرچم تلے آجائیگا وہ امان میں رہے گا اور جو نہیں آیا اس سے میں جنگ کروں گا۔

ان بارہ ہزار افراد میں سے آٹھ ہزار افراد پرچم کے نیچے آگئے اور باوجودیکہ ان لوگوں نے آپ سے دشمنی کی ہے، لڑنے میں برا بھلا کہا ہے پھر بھی فرماتے ہیں جاؤ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ وہ لوگ چلے گئے اور پھر حضرت نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی اور انہیں معاف کر دیا، جو دوسرے ۴۰۰۰ چار ہزار بچے، فرمایا: اگر تم لڑنے پر تلے ہو تو آؤ پھر جنگ کرو،

آپ نے دیکھا وہ لڑنے مرنے پر تیار ہیں فرمایا:

یادرکھوتم چار ہزار میں سے دس افراد کے علاوہ کوئی باقی نہیں بچے گا۔

جنگ شروع ہوگئی اس ۴۰۰۰ چار ہزار میں ۱۰ لوگ زندہ بچے بقیہ سب کے سب ہلاک ہوگئے، یہ وہی علی علیہ السلام ہیں جب دیکھا مقابلہ میں بدسرشت وخبیث النفس انسان ہیں تو پھر پوری صلاحیت کے ساتھ ان سے جنگ لڑتے ہیں اوران کا دندان شکن جواب دیتے ہیں۔

خوارج کوٹھیک سے پہچانیں

"خوارج" کا صحیح ترجمہ نہیں ہوا ہے مجھے افسوس ہے کہ مقرّرین، اسلامی شعراء فلموں میں کام کرنے والے فنکار وغیرہ خوارج کو"خشک مقدس" سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ یہ سراسر غلط ہے،"خشک مقدس" کا کیا مطلب؟!

حضرت امیر علیہ السلام کے زمانے میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو اپنی ذات کے لئے کام کررہے تھے اگرآپ خوارج کو پہچاننا چاہتے ہیں تو میں اپنے ہی زمانے میں ان کی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔

آپ نے (ابتدائے انقلاب اسلامی ایران) کے گروہ منافقین کوابھی بھلایا نہ ہوگا؟ وہ لوگ تلاوت کرتے تھے، نہج البلاغہ کے خطبے پڑھتے تھے، دینداری کا دعویٰ کرتے تھے اوراپنے آپ کوسارے مسلمانوں سے بلندتر مسلمان اورسارے انقلابیوں سے زیادہ انقلابی سمجھتے تھے اوروہی لوگ مملکت جمہوری اسلامی ایران میں بم دھما کہ بھی کرتے تھے اورگھروں کے گھرویران کردیتے تھے بوڑھے جوان عورت مرد بچوں تک کو ماہ رمضان المبارک میں بوقت افطار قتل کردیتے تھے!

آخرکیوں؟

کیااس لئے کہ یہ لوگ واقعی امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اورانقلاب کے طرفدار تھے؟!

جو ناگہانی طور پر بم دھماکے کرتے اور مثلاً ایک بے گناہ قوم شہر کے فلاں میدان میں خاک وخون میں غلطاں ہو جاتی تھی؟ یہی لوگ ۸۰ سالہ شہید محراب ایک مقدس مجاہد راہ خدا، عالم ربانی کو اسی بم سے اڑا دیتے ہیں ان لوگوں نے چار پانچ بزرگ نورانی علماء اور کئی مومنوں اور مجاہدوں کو اسی طرح شہید کر دیا، عموماً ان کی سیاہ اعمالی یہ تھی اسی طرح سے خوارج اور ان کے ناپسند افعال بھی تھے جو عبداللہ بن خبّاب کو قتل کر دیتے ہیں اس کے بعد ان کی حاملہ بیوی کا پیٹ چاک کر کے جنین (بچے) کو باہر نکال لیتے ہیں اور بے رحمی سے اس کے سر کو کچل کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ اس لئے کہ یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے چاہنے والے ہیں لہٰذا وہ اس جرم میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ہیں خوارج، یہ ہے ان کی صحیح صورت! اس لئے خوارج کو صحیح طور سے پہچانیے۔

جو تنہا ظاہری طور پر دین کا ڈھونگ کرنے والے قرآنی آیات کا حفظ کر کے نہج البلاغہ کو رٹ کر اگرچہ اس زمانے میں نہج البلاغہ نہیں تھی لیکن اس قسم کی فکر رکھنے والے آئندہ اپنے مفاد و مصلحت کے تحت دین، قرآن، نہج البلاغہ کو ایک وسیلہ قرار دیں گے کہ بعض دینی عقائد کے پابند تھے لیکن روح دین کے مخالف تھے اور انہیں شدید تعصب تھا، ویسے تو وہ خدا خدا کرتے تھے مگر وہ شیطان کے حلقہ بگوش تھے کیا آپ نے اپنی مملکت میں نہیں دیکھا تھا کہ یہی منافقین جو اپنے آپ کو سب سے بڑا انقلابی سمجھتے تھے وقت پڑنے پر حکومت اسلامی، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اور ساری انقلابی قدروں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گے اور امریکہ و یہودیوں اور صدام کے ساتھ ہاتھ بٹانے پر پوری طرح راضی ہو گئے اور ان کی غلامی کرنے لگے! خوارج بھی اسی قسم کے افراد تھے لیکن اُس وقت امیر المومنین علیہ السلام ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئے دیوار بن کے ان کے مقابل ڈٹ گئے کہ قرآن کہتا ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

یہ وہی علی ہیں ذرا غور تو کریں یہ دو (۲) خصوصیتیں کس طرح خوبصورتی اور زیبائی خلق

کرتی ہیں، ایک ایسا انسان جو رحم ومحبت کا مجسمہ ہے اور ایک یتیم کو غم زدہ رہنا تک گوارہ نہیں کرتا اپنے دل میں کہتا ہے جب تک اس بچہ کو ہنسا نہ دونگا اپنی جگہ سے ہٹ بھی نہیں سکتا، جبکہ ان الٹی فکروں اور غلط فکر کے لوگوں (جو بچھو کی طرح ہر بے گناہ کو ڈنک مارنے پر تلے ہیں) کے مقابلہ میں یہی با فضیلت انسان ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے اور چار ہزار افراد کو ایک دن یا چند گھنٹوں میں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

"من یفلت منہم عشرۃ"

کہ ظاہراً اس جنگ میں خود آپ کے پانچ یا چھ اصحاب شہید ہوئے مگر ان چار ہزار میں سے دس افراد سے کم یعنی نو ۹ لوگ باقی بچتے ہیں متوازی شخصیت کا مطلب یہ ہے یعنی رحم دلی کے ساتھ ساتھ اپنے ارادوں میں محکم بھی ہے۔

پرہیزگاری اور حکومت امیرالمومنین علیہ السلام

ایک دوسری مثال اور آپ کی متضاد صفات کا نمونہ حکومت کے ساتھ ساتھ تقویٰ و پارسائی ہے یہ ایک عجیب چیز ہے؟ ورع وتقویٰ کا کیا مطلب ہے؟ یعنی انسان ہر وہ چیز جس سے دین خدا کی مخالفت کی بو آتی ہو اس سے پرہیز کرے اور اس کے قریب نہ جائے۔ پھر ادھر حکومت کا کیا ہوگا؟

آخر ممکن ہے کہ حکومت رکھتے ہوئے کوئی پارسا بھی ہو آج جب ہمارے کاندھوں پر اہم ذمہ داریاں ہیں ہمیں زیادہ احساس ہے کہ اگر یہ خصوصیات کسی کے اندر موجود ہوں تو وہ کس قدر اہمیت کا حامل ہوگا، حکومت میں رہتے ہوئے صرف اسے کلی قوانین سے سروکار ہوتا ہے اور قانون کا نفاذ اپنی جگہ بہت سے فوائد لئے ہوتا ہے اگرچہ عین ممکن ہے اسی قانون کی وجہ سے مملکت کے کسی گوشہ میں کسی شخص پر ظلم وستم بھی ہو اور ممکن ہے حکومت کے ذمہ دار کی طرف سے

خلاف ورزیاں بھی ہوں اور پھر نا محدود جزئیات کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہے کہ وہ (حاکم) ہر شعبہ میں زہد و پارسائی کا بھی لحاظ رکھ سکے؟ اس لئے بظاہر لگتا ہے کہ تقویٰ حکومت کے ساتھ اکٹھا ہونا ناممکن سی بات ہے لیکن قربان جائیں امیرالمومنین علیہ السلام کی ذات پر کہ اپنے وقت کی بااقتدار حکومت کے ساتھ بھی پارسائی وتقویٰ کو یکجا کرتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں جو ایک حیرت انگیز بات نظر آتی ہے۔

وہ اس معاملہ میں کسی کا پاس ولحاظ نہیں کرتے تھے کہ اگر ان کی نگاہ میں کوئی کسی منصب کا اہل نہیں ہے تو اسے منصب دے کر بھی بلا تکلف اس عہدے کو واپس لے لیتے ہیں۔

محمد بن ابی بکر کو حضرت امیر علیہ السلام اپنے بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اور وہ حضرت علی علیہ السلام کو اپنے مہربان باپ کی حیثیت سے جانتے تھے (آپ ابوبکر کے چھوٹے صاحب زادہ اور علی علیہ السلام کے مخلص شاگرد ہیں آپ کے دامن پرمہر ومحبت میں پروان چڑھے ہیں) مگر مصر کی ولایت دینے کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک خط میں آپ کو لکھا میں تم کو مصر کی حکومت کے لائق نہیں سمجھتا اس لئے مالک اشتر کو تمہاری جگہ بھیج رہا ہوں۔اور آپ نے ان کو معزول کر دیا اگر چہ انسان ہونے کے ناطے محمد بن ابی بکر کو یہ بات بری بھی لگی مگر حضرت نے اس معاملہ میں کسی بھی چیز کا لحاظ نہیں کیا یہ ہے آپ کی پارسائی [ایسی پارسائی جس کی ضرورت ایک حکومت اور حاکم کو پڑتی ہے وہ ذات علی علیہ السلام میں] اپنے نقطہ کمال پر نظر آتی ہے۔

آپ کے زمانے میں نجاشی نامی ایک شاعر تھا جو امیرالمومنین علیہ السلام کا مداح اور آپ کے دشمنوں کے خلاف اشعار کہتا تھا۔ماہ رمضان میں ایک دن کسی گلی سے گزر رہا تھا کہ ایک برے انسان نے اس کو ورغلایا وہ کہتا ہے کہ آؤ آج ہمارے ساتھ کچھ وقت گزارو مثلاً اس شاعر نے کہا نہیں میں مسجد جارہا ہوں قرآن پڑھنے یا نماز پڑھنے۔

بہرحال زبردستی اس شاعر کو اپنے گھر میں بلا لیا! آخر یہ بھی ایک شاعر ہی تو تھا اس کے فریب میں آ گیا اور اس کے دسترخوان پر روزہ خوری کے بعد شراب بھی پی جاتی تھی اور لوگوں کو

اس بات کا پتہ چلا تو اس کی شکایت امیرالمومنین علیہ السلام سے کی گئی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اس پر حد جاری کرو اور اس کو اسی ۸۰ تازیانے شراب نوشی کی وجہ سے اور دس ۱۰ یا بیس ۲۰ تازیانے دن میں حرام چیز سے روزہ توڑنے کی بناء پر لگائے جائیں۔

نجاشی نے کہا میں آپ کا اور آپ کی حکومت کا مداح ہوں اپنے اشعار سے آپ کے دشمنوں کو جواب دیتا ہوں اور آپ مجھے تازیانے مارنے کا حکم دے رہے ہیں؟

فرمایا: یہ ساری باتیں اپنی جگہ قابل قبول اور قابل تحسین ہیں مگر میں حکم خدا کو اپنی ذات کی خاطر معطل نہیں کر سکتا۔

ہر چند ان کے قوم وقبیلہ والوں نے اصرار کیا کہ یا امیرالمومنین علیہ السلام! اس طرح ہماری عزت چلی جائیگی پھر ہم معاشرے میں سر اٹھانے کے قابل نہیں رہیں گے آپ معاف کر دیجئے۔

مگر حضرت نے فرمایا: نہیں! ممکن نہیں کہ میں حد خدا جاری نہ کروں۔

اس شخص کو لٹایا گیا، اور اسے کوڑے مارے گئے اور وہ راتوں رات آپ کی حکومت سے یہ کہتے ہوئے فرار کر گیا کہ جب آپ کو میری قدر نہیں معلوم اور آپ کی حکومت میں روشن خیالوں اور شاعروں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو میں وہاں جاؤنگا جہاں ہماری قدر کو پہچانتے ہوں! اور معاویہ کے دربار میں اس خیال سے چلا گیا کہ وہ اس کی قدر کو جانتا ہے!

خیر جسے اپنی خواہشات پر اتنا قابو نہیں کہ وہ علی علیہ السلام کی تابندگی کو اپنی خواہشات کے طوفان میں جھانک کر دیکھ سکے تو اس کی سزا بھی یہی ہے کہ وہ علی علیہ السلام کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلا جائے۔ حضرت علی علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ شخص ایک نہ ایک دن ان سے جدا ہو جائے گا۔

اگر چہ آج بھی شعراء اور فنکاروں کی اپنی جگہ اہمیت ہے لیکن اس زمانہ میں ایک شاعر اس لئے زیادہ اہمیت رکھتا تھا کہ وہ افکار وخیالات اور حکومت کی سیاست وحکمت عملی کو اپنے شعروں میں لوگوں تک پہنچاتا تھا کیونکہ اس زمانے میں آج کی طرح ٹیلیویژن اور ریڈیو نہیں

تھے بلکہ یہ شعراء کا کام ہوا کرتا تھا۔

یہاں ملاحظہ کیجیے کس طرح امیرالمومنین علیہ السلام کی پارسائی ان کی بااقتدار حکومت کے ساتھ ساتھ ہے ذرا دیکھیں تو سہی کیا خوبصورتی و زیبائی سامنے نکھر کر آتی ہے۔ہم دنیا اور تاریخ عالم میں اس قسم کی مثال نہیں تلاش کر سکتے۔پیش رو خلفاء میں بھی بہت سی جگہوں پر صلاحیت نظر آتی ہے لیکن کہاں حضرت امیر علیہ السلام کہاں دیگر لوگ جو کچھ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد اور آج نظر آرہا ہے گزشتہ اور آج میں ایک عجیب وغریب فاصلہ نظر آتا ہے اصلاً امیرالمومنین علیہ السلام کی صلاحیت وقابلیت نا قابل توصیف ہے۔

قدرت اور حضرت علی علیہ السلام کی مظلومیت

ایک دوسرا نمونہ جو آپ کی زندگی میں ملتا ہے وہ ہے آپ کی قدرت وشجاعت اور مظلومیت۔آپ کے زمانے میں آپ سے زیادہ شجاع و بہادر کون ہوسکتا ہے؟ امیرالمومنین علیہ السلام کی آخری زندگی کے آخری لمحات تک کسی شخص کی بھی جرأت نہ ہوسکی کہ آپ کی شجاعت وقدرت کے سامنے اپنی بہادری کا دعویٰ کر سکے اس کے باوجود آپ کی ذات گرامی اپنے زمانے کی مظلوم ترین شخصیت ہے۔کسی کہنے والے نے کتنی سچی بات کہی ہے کہ شاید تاریخ اسلام کی شخصیتوں میں مظلوم ترین شخصیت آپ کی ذات ہے قدرت اور مظلومیت آپس میں دو متضاد صفات ہیں جو جمع نہیں ہوتیں، عموماً طاقتور مظلوم نہیں مگر امیرالمومنین علیہ السلام قوت وطاقت کے مالک ہو کر بھی مظلوم واقع ہوئے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی سادگی اور زہد

سادگی اور دنیا سے بے توجہی امیرالمومنین علیہ السلام کی حیات بابرکت میں ضرب المثل کی

حیثیت رکھتی ہے، نہج البلاغہ کے موضوعات میں سے ایک اہم موضوع زہد ہے امیر المومنین علیہ السلام وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سے اپنے زمانہ حکومت تک ۲۵ سالہ خانہ نشینی کے دوران اقتصادی آبادسازی کے کام کرتے رہے، باغ لگاتے، کنویں کھودتے، پانی کی نہریں اور کھیتی باڑی کرتے تھے اور تعجب اس بات پر ہے کہ یہ ساری محنتیں راہ الٰہی میں ہوتیں اور ان سب چیزوں کو راہِ خدا میں وقف کر دیتے تھے۔

شاید آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ خود امیر المومنین علیہ السلام اپنے وقت کے مالدار لوگوں میں سے تھے کہ آپ نے فرمایا: اگر میرے مال سے نکلی ہوئی خیرات پورے قبیلہ بنی ہاشم پر تقسیم کر دی جائے تو سب کے لئے کافی ہوگی۔

"انّ صدقتی لو وزّع علی بنی ھاشم لوسعھم"

تو حضرت کی درآمد کم نہیں تھی مگر وقت کا یہ دولت مند انسان فقیرانہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اپنے زور بازو سے کمائی ہوئی دولت راہ خدا میں خرچ کر دیتے ہیں، اپنے ہاتھوں کنواں کھود رہے ہیں راوی کہتا ہے میں نے دیکھا فوارے کی طرح زمین سے پانی ابل رہا تھا حضرت مٹی اور کیچڑ میں لت پت کنویں سے باہر تشریف لائے کنویں کے دہانے پر بیٹھ گئے ایک کاغذ منگوایا اور اس پر اس طرح لکھا: یہ کنواں فلاں قبیلہ کے لوگوں کے لیے میں وقف کرتا ہوں۔

آپ جو کچھ بھی امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کے دوران آپ کے کاموں کو ملاحظہ کرتے ہیں وہ سب آپ کی انفرادی زندگی کے کارنامہ ہیں جس کی برکتیں آپ کے دوران حکومت میں بھی عیاں رہیں دنیا سے بے توجہی اور دنیا کو آباد کرنے (کہ خدا نے تمام انسانوں کا یہ ایک فریضہ قرار دیا ہے) میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا یعنی دنیا کو تعمیر کریں زمین آباد کریں ثروت و دولت کے اسباب وسائل تلاش کریں مگر ان سب سے دل نہ لگائیں اس کے اسیر و غلام نہ ہوں تا کہ باسکون ہو کر اسے راہ خدا میں خرچ کر سکیں اسلامی اعتدال اور توازن کا یہ مطلب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی (اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی زندگیوں میں) اس قسم کے بہت سے نمونہ ہیں جس کے

بیان کرنے کے لئے وقت درکار ہے۔

عدالت امیر المومنین علیہ السلام

عدل! علی علیہ السلام کی زندگی میں ایک اہم صفت کی حیثیت رکھتا ہے، جب ہم عدل علی علیہ السلام کی بات کرتے ہیں تو اس کا ایک مطلب وہی ہے جسے ہر انسان اپنی جگہ درک کرتا ہے یعنی وہ معاشرہ میں، اجتماعی عدل و مساوات برقرار کرنے والے حاکم ہیں۔ یہ ہے ابتدائی عدل لیکن بالاترین عدل یہی اعتدال وتوازن ہے" بالعدل قامت السموات والارض" زمین اور آسمانوں کی استقامت واستواری عدل کی بناء پر ہے یعنی ایک توازن ہے خلقت وفطرت میں کہ یہی بات حق بجانب بھی ہے اور آخری معنی کے لحاظ سے درحقیقت عدل وحق ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی کا امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ اعتدال وتوازن کا مظہر نظر آتی ہے اور سارے محاسن ومحامد (اچھائیاں) اپنی اپنی جگہ نقطہ کمال پر پہنچے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

علی علیہ السلام کی دعا اور توجہ واستغفار

امیر المومنین علیہ السلام کی خصوصیات میں سے آپ کی ایک خصوصیت بارگاہ خداوندی میں خودان کا استغفار کرنا اور طلب مغفرت ہے کہ اس خطبہ کے آخری حصہ میں آپ کی اسی خصوصیت کے بارے میں چند جملے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

آپ کی زندگی میں توبہ واستغفار نہایت اہمیت رکھتا ہے آپ ذرا تصور کریں ایک ایسی ذات جو میدان جنگ کے بے مثل بہادر ہیں جنگ کے میدان میں صف آرائی کرتے ہیں (اگر آج کے زمانے میں امیر المومنین علیہ السلام کی حکومت پر نظر دوڑائیں تو اس زمانے میں آپ کی حکومت تقریباً دس ۱۰ ممالک کو اپنے حدود اربعہ میں سمیٹے ہوئے نظر آئے گی) اور اس جیسے وسیع و

عریض مملکت کے حاکم ہوتے ہوئے ان ساری فعالیتوں اور تلاش کوشش کے باوجود ایک منجھے ہوئے ماہر سیاست دان ہیں وہ ان کی ماہرانہ سیاست، میدان جنگ کی، معاشرے کے نظم ونسق کی ذمہ داری مسند قضاوت پر آ کر لوگوں کے حقوق کی بازیابی اور انسانی حقوق کی حفاظت جیسے عظیم اور بزرگ امور انسان کی مصروفیات بڑھا دینے کے علاوہ ہر کام اپنے لیے خصوصی انتظام چاہتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں ایسے لوگ جو فقط ایک زاویہ سے دیکھتے ہیں اپنی انہیں مصروفیات کو دعا وعبادت کہہ کر، دعا وعبادت سے دور ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کے خیال میں یہ سب راہِ خدا میں کام ہی تو ہے مگر امیر المومنین علیہ السلام اس طرح نہیں فرماتے بلکہ حکومتی اصرار اپنی جگہ اور عبادت وبندگی اپنی جگہ اسی طرح سے جاری رہتے ہیں، بعض روایات میں ہے۔ البتہ ذاتی طور پر خود میں نے اس روایت کی چھان بین نہیں کی ہے کہ آپ روز وشب میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت دوران جوانی سے ہی اسی طرح تھے یہ جو دعائیں آپ دیکھتے ہیں یہ آپ کا روزانہ کا وتیرہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی آپ ایک انقلابی جوان کی حیثیت سے ہر میدان میں پیش پیش تھے کبھی آپ بیکار نہیں بیٹھے اور آپ کے پاس کبھی خالی وقت نہیں تھا۔

لیکن اسی دوران جب اصحاب میں گفتگو چلی اور آپس میں پوچھا کہ سب سے زیادہ عبادت کس کی ہے تو "ابودرداء" نے علی علیہ السلام کا نام لیا۔

سوال کیا گیا: کس طرح؟

انہوں نے دوران جوانی اور اس کے بعد پھر خلافت کے زمانے کی مثال پیش کر کے سب کو قانع کر دیا مختلف واقعات ہیں جیسے نوف بکائی کا واقعہ۔ آپ کی عبادت کے سلسلے میں نقل ہوئے ہیں یہ صحیفہ علویہ جسے بزرگوں نے جمع کیا ہے وہی امیر المومنین علیہ السلام سے ماخوذ دعاؤں کا مجموعہ ہے اور دعائے کمیل اس کا ایک نمونہ ہے جسے آپ ہر شب جمعہ پڑھتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں نے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ آپ موجودہ دعاؤں میں سے کس

دعا کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور باعظمت سمجھتے ہیں تو انھوں نے تھوڑا سا سوچنے کے بعد فرمایا: دو دعائیں ہیں ایک دعائے کمیل جسے میں زیادہ پسند کرتا ہوں اور باعظمت سمجھتا ہوں، دوسری مناجات شعبانیہ، میرا قوی گمان ہے کہ مناجات شعبانیہ بھی امیر المومنین علیہ السلام ہی سے ماخوذ ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ تمام ائمہ علیہم السلام اس مناجات سے مانوس تھے اور اس کے مضامین بھی دعائے کمیل کے مضمون سے ملتے جلتے ہیں۔

دعائے کمیل کیا عجیب دعا ہے، آغاز سخن استغفار سے ہے کہ خدا کو دس (۱۰) چیزوں کی قسم دی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ.

خدا کو اس کی رحمت قدرت اور صفت، جبروتیت کی قسم دی ہے یہاں تک کہ پروردگار کو انہی عظیم صفات کی قسم دے کر فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَهْتِكُ الْعِصَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تُنْزِلُ النِّقَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تُغَیِّرُ النِّعَمِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَآءَ.

یہاں پر حضرت پانچ قسم کے گناہوں کو بارگاہ خداوندی میں شمار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ایک وہ گناہ جو دعاؤں کو باب اجابت تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں۔

دوسرے وہ گناہ جو نزول عذاب کا سبب بنتے ہیں وغیرہ

یعنی ان میں دعاؤں کی ابتدا استغفار سے ہے اور اس دعا کا اکثر و بیشتر مضمون طلب مغفرت ہی ہے۔ بارگاہ رب العزت میں بخشش وطلب مغفرت کے لئے دل میں آگ لگا دینے والی سوز و گداز سے بھری ہوئی ایک مناجات ہے۔

یہ ہیں امیر المومنین علیہ السلام اور یہ ہے ان کی مناجات اور راہ خدا میں استغفار...

میرے عزیزو: ایک کامل اور عالی مرتبت انسان وہی ہے جو خواہشات و ہوائے نفس سے اپنے آپ کو خالص کر کے راہ خدا میں چلنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے معبود کی خوشنودی کے لئے قدم بڑھاتا ہے، وہ شخص جو اپنی خواہشات کا غلام ہے جو اپنے غیض وغضب اور شہوت ہی سے نہ نکل سکے وہ ظاہری طور پر چاہے کس قدر عظیم کیوں نہ ہو جائے لیکن درحقیقت ایک پست و حقیر انسان ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے وزرائے اعظم، صدر ہائے جمہوریہ جو دنیا کی بڑی بڑی ثروتوں پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں وہ کب اپنی خواہشات اور ہوائے نفسانی سے جدا ہو سکتے ہیں اور وہ کب اس کی اسارت وغلامی سے نجات پا سکتے ہیں؟ وہ تو اپنی خواہشات کے اسیر ہیں اور حقیر و پست انسان ہیں۔

لیکن ایک وہ فقیر وغریب جو اپنی خواہشات پر قابو رکھ سکتا ہے اور اپنے نفس کو اپنے اختیار میں کرسکتا ہے اور صحیح راستے پر راہ کمال انسانی اور راہ خدا میں چل سکتا ہے اپنی جگہ ایک بزرگ و عظیم انسان ہے۔

استغفار کا اثر

استغفار اور طلب مغفرت انسان کو حقارت و پستی سے نجات دلاتا ہے خدا سے استغفار ہمیں اور آپ کو ساری نفسانی وشہوانی زنجیروں سے رہائی عطا کرتا ہے استغفار دل کی وہ نورانیت ہے جسے خدا نے آپ کو عطا کیا ہے۔

دل یعنی جان، روح، یعنی وہی حقیقت انسان، یہ ایک نہایت نورانی شی ہے ہر انسان اپنی اپنی جگہ نورانی وجود کا حامل ہے چاہے خدا سے اس کا تعلق بھی نہ ہو اور وہ اس کی معرفت بھی نہ رکھتا ہو۔

البتہ لوگ اپنی شہوت پرستی، خواہش نفس کی پیروی اور عدم شناخت کی وجہ سے اپنے قلب کو زنگ آلود کر لیتے ہیں اور استغفار اس زنگ کو مٹا کر اسے پھر سے نورانی کر دیتا ہے۔

ماہ رمضان دعا و استغفار کا ایک بہترین موقع ہے۔ انیسویں اور اکیسویں کی راتیں کہ جس کے شب قدر ہونے کا احتمال پایا جاتا ہے گزر چکی ہے مگر ابھی تیسویں کی شب باقی ہے اس کی قدر کریں غروب کے بعد تیسویں شب کے آغاز ہی سے سلام الٰہی "سلام ہی حتیٰ مطلع الفجر" کا آنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ صبح کی اذان کا آغاز ہو جاتا ہے درمیان کی یہ گھڑیاں سلامتی و امن الٰہی کی برکتیں لے کر ساری مخلوقات کو رحمت کے سایہ میں لے لیتیں ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب شب ہے، ہزار ماہ سے بہتر

"خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" [1]

ہزار ماہ سے بہتر (برابر نہیں)۔

انسان کی ہزار مہینہ کی زندگی کس قدر بابرکت ثابت ہو سکتی ہے کس قدر انسان رحمت و برکت الٰہی کو اپنی ذات کے لئے مخصوص کر سکتا ہے اس لئے یہ شب بہت اہمیت رکھتی ہے اس کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور دعا و مناجات، میں سرگرم عمل رہیں خلقت اور آیات الٰہی میں تفکر و تعقل کریں انسان کی سرنوشت اور جو کچھ خدا نے اس سے چاہا ہے اس کے بارے میں غور و خوض کریں یاد رکھیں یہ سب مادی اسباب وسائل زندگی سب کے سب اس عالم ملکوت کے لئے دریچہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو مرنے کے فوراً بعد انسان پر کھل جائیں گے اور یاد رکھیں دنیا کو کوئی ثبات و دوام حاصل نہیں ہے۔

معزز حاضرین! جان کنی کے وقت ہم لوگ ایک دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں اس دن کے لئے پہلے سے ہی ہمیں اور آپ کو تیار رہنا چاہئے یہ ساری کائنات، یہ دولت و ثروت، یہ

---

[1] سورۂ قدر: ۳

قوت وطاقت جسے خدا نے ہمارے وجود میں حرکت وتحریک عمل پیدا کرنے کیلئے ودیعت فرمایا ہے اور وہ تمام چیزیں جس کا خدا نے ہم سے مطالبہ کیا ہے۔ جیسے عدل وانصاف کی حکومت اچھی زندگی وغیرہ۔ سب کے سب صرف اس لئے ہیں تاکہ انسان اس دنیا میں جانے کے لئے پوری طرح تیار ہو سکے، لہٰذا خود کو آمادہ کیجئے، خدا سے مانوس ہوجایئے، خدا سے مناجات کیجئے، ذکر ودرود کیجئے توبہ واستغفار کیجئے۔

ایسے لوگ جو اپنے کو خدا سے نزدیک کرتے ہیں، اپنے قلب کو پاک وپاکیزہ رکھتے ہیں گناہوں سے دوری کرتے ہیں اعمال خیر انجام دینے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں وہی دنیا کے عظیم انسان ہیں۔ جو دینوی مشکلات کے مقابلے کا حوصلہ رکھتے ہیں جس کا ایک نمونہ قائد انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ہمارے اس معاشرے کے مومنین بھی ہیں، وہ مومن ومخلص انتھک جوان، یہ عورتیں اور مرد، وہ حضرات جو شہید ہوگئے، جو زخمی ہوئے اور میدان کے غازی کہلائے، جنہوں نے دشمن کے شکنجے برداشت کیے اور قید وبند کی مصیبتیں جھیلیں، میدان جنگ کی سختیاں برداشت کیں، یہ سب اسی کا ایک دوسرا نمونہ ہیں۔ آج آپ انہیں شہدا میں سے ایک ہزار شہیدوں کو سپرد خاک کر رہے ہیں اس میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ ایک عالی رتبہ، اور نمونے کی حیثیت رکھتا ہے اور کتنا اچھا ہوتا کہ ہر قوم وملت میں ایک دو نمونے دیکھنے کو ملتے، مناسب ہے کہ آپ کی اس بزرگی کو مانا جائے اور احترام کیا جائے اور انہیں نمونہ کے طور پر پیش کیا جائے۔ [1]

مختلف حالات وشرائط کا سامنا

شاید دنیا کے مشہور ومعروف لوگوں خاص طور پر اسلامی شخصیتوں کے درمیان امیرالمومنین علیہ السلام کے علاوہ (یہاں تک کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسا کوئی اور نظر نہیں آتا جو مختلف

---

[1] ۲۱ رمضان ۱۴۱۷ھ میں تہران کے خطبہ نماز جمعہ میں رہبر انقلاب اسلامی کا ایک بیان۔

دین و مذہب کے ماننے والوں اور مختلف قوم و ملت میں زیادہ محبوبیت رکھتا ہو، جب آپ ان کی شخصیت پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر چہ آپ کے زمانے میں کچھ سرکش اور خود غرض لوگ آپ کی شمشیر عدالت اور شدّت عدل و انصاف کی وجہ سے آپ سے بیزار نظر آتے ہیں اور آپ کے بدترین دشمن ہیں مگر وہی لوگ جب اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو علی علیہ السلام کی نسبت اپنے دل میں تعظیم و تکریم اور محبت کا احساس بھی کرتے ہیں اور یہی صفت بعد کے زمانے میں بھی دکھائی دیتی ہے جہاں علی علیہ السلام کے دشمن بہت ہیں وہیں آپ کے مداح بھی بکثرت موجود ہیں حتی وہ لوگ بھی آپ کے مداح ہیں جو آپ کے مذہب و مسلک پر اعتقاد بھی نہیں رکھتے۔

پہلی صدی ہجری میں زبیر کا خاندان بنی ہاشم خصوصاً آل علی علیہ السلام سے بغض و عداوت کے لئے مشہور رہا ہے اور یہ عداوت زیادہ تر عبداللہ بن زبیر کی وجہ سے تھی، ایک دن زبیر کے پوتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ آخر کیوں دشمن کے پروپیگنڈے کے باوجود روز بروز علی علیہ السلام کا خاندان اور ان کا نام لوگوں میں زیادہ محترم ہوتا جا رہا ہے اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کا کوئی اثر نہیں ہوتا؟

اس کے باپ نے تقریباً اس طرح سے جواب دیا: ان لوگوں نے خدا کے لئے حق کی طرف لوگوں کو دعوت دی یہی وجہ ہے اور ان کے دشمنوں نے لوگوں کو باطل کی طرف بلایا کہ آج تک کوئی اس شرف و فضیلت کو چھپانے کی کوششوں کے باوجود بھی نہیں چھپا سکا۔

طول تاریخ میں یہی دیکھا گیا آپ دنیا کے بڑے بڑے مفکرین، (چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان) کو دیکھیں وہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام کی نسبت اظہار محبت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں دنیا کے وہ بزرگ جنہوں نے اپنی قوم و ملت کے حق کو حاصل کرنے کے لئے پرچمِ بغاوت بلند کیا ان سب کی نگاہوں میں امیر المومنین علیہ السلام معزز ہیں، شعراء، ادیبوں، فنکاروں اور انسان دوست حضرات کو دیکھیں تو وہ بھی آپ کا کلمہ پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

المختصر وہ جوان ہوں یا بوڑھے عالم ہوں یا جاہل اگر تاریخ اسلام سے آشنا ہیں یا امیر المومنین علیہ السلام کا نام اس کے کانوں سے ٹکرایا ہے اُن کے حالات زندگی سے واقفیت رکھتے ہیں تو وہ آپ سے محبت ومودّت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

خود ہمارے زمانے میں کئی مصنفین اور مصری ادیبوں کے ذریعہ کئی کتابیں امیر المومنین علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں منظر عام پر آئی ہیں کہ اس میں سے دو یا اس سے زیادہ کتابیں عیسائی مذہب رکھنے والے مصنفین کی لکھی ہوئی ہیں جو اسلام کو تو قبول نہیں کرتے مگر وہ علی علیہ السلام کو مانتے ہیں۔

علی علیہ السلام کی زندگی کے مختلف دور

مختلف اسلامی شخصیتوں کے مابین تنہا یہ امیر المومنین علیہ السلام کی ہی خصوصیت ہے جو اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف حالات وشرائط میں رہ کر اپنے بلند وعالی اہداف کے تحت جہاں کہیں بھی رہے اپنے پورے وجود کو صرف کر دیتے ہیں۔

آپ امیر المومنین علیہ السلام کو مکہ میں ایک سولہ سالہ یا انیس سالہ جوان کی حیثیت سے فرض کریں یا مدینہ میں وارد ہوتے وقت کہ (جب بھی آپ تقریباً ایک ۲۰ بیس سالہ جوان ہی ہیں) فرض کریں کہ حقیقتاً ایک جوان ہونے کی حیثیت سے آپ ہر زمانے کے جوانوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں، جوانی کی تمام خواہشات اور دینوی لذتوں سے دور ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زیبائی و خوبصورتی جو اس دوران ایک جوان کی نظر میں اہمیت رکھتی ہے اس سے بھی لاتعلق ہیں اور بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عالی و بلند مرتبہ مقصد تھا وہی آپ کا بھی ہدف ہے اس راستے میں خود کو فدا کر دینے پر تلے ہوئے ہیں آپ کی نگاہ میں دنیا کی بقیہ چیزیں دوسرے درجہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ایک جوان کے لئے نہایت اہمیت رکھتی ہے کہ وہ دنیا کی لذتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا اور اپنی

ساری خواہشات راہ خدا میں قربان کر دیتا ہے کیا اس سے بھی بلند کوئی شئے ہوسکتی ہے؟

اس زمانے کو نظر میں رکھیں جبکہ آپ ایک پختہ کار کی حیثیت سے اپنے معاشرے کا ایک فرد شمار ہوتے ہیں اور آپ کا اچھا خاصا سن ہے شاید ہزاروں لوگوں نے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے آپ کی تعریف و تمجید سنی ہوگی میرا خیال ہے کہ کوئی بھی مسلمان محدّث ایسا نہیں ہوگا جس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی امیر المومنین علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی اس قدر مدح و ستائش سنی ہو البتہ دیگر صحابہ کے بھی فضائل نقل ہوئے ہیں مگر کمیت و کیفیت کے لحاظ سے جو فضائل و مناقب امیر المومنین علیہ السلام کے لئے تمام فرق اسلامی کے محدثین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کئے ہیں میرے خیال میں کسی اور کے بارے میں نقل نہیں کئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود نہ تو آپ اس تعریف کی وجہ سے مغرور ہوتے ہیں نہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں لغزش کا شکار ہوتے ہیں جبکہ ایسی جگہ ایک انسان کے لئے مغرور ہونا یا خطا کرنا فطری امر ہے۔

تمام صحابہ نے آپ کے بارے میں سینکڑوں تعریفیں سنیں گویا امتحان دینے کا وقت آن پہنچا اور خلافت کا مسئلہ پیش آیا جو مسلمہ حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ علی علیہ السلام مدعی خلافت تھے (فی الحال مجھے حق و باطل یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت وغیرہ سے یہاں کچھ لینا دینا نہیں) لیکن جب آپ نے دیکھا کہ خلافت سے کنارہ کشی ہی اسلامی مصالح کے لئے ضروری ہے تو خود کو میدان خلافت سے دور کر لیا یعنی امیر المومنین علیہ السلام حق بجانب ہوتے ہوئے بھی امت اسلامی کی مصلحت کے پیش نظر وقتی طور اپنی ساری خوبیوں پر اپنے سارے محامد و محاسن کے باوجود خلافت سے کنارہ کش ہو گئے اور فرمایا: ”جب میں نے دیکھا حالات بدتر ہو گئے ہیں اور دین اسلام کو خطرہ لاحق ہے تو میں خلافت سے کنارہ کش ہو گیا“۔

ایک مخلص سیاستداں، ایک عظیم انسان جو کہ اپنی خواہشات کے مطابق نہیں چاہتا کہ عمل کرے، اس کے لئے اس سے بڑھ کر واضح، گویا اور حیرت انگیز انداز میں اپنے نفس پر کنٹرول اور کس طرح ہوسکتا ہے!؟ یہی شخصیت ایک دن حاکم اسلام ہو جاتی ہے لوگ چاہتے

ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ریاست اسلامی کے لئے انتخاب کرتے ہیں دوست، دشمن، رقیب، حبیب ہر کوئی آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہے یا پھر اپنی مخالفت کا اظہار کرتا ہے (پانچ، چھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور اعلان کیا کہ ہم آپ کی مخالفت بھی نہیں کریں گے) بقیہ سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ دنیائے اسلام کے حاکم و مولا ہو گئے، آپ تصور کر سکتے ہیں اس زمانے کی اسلامی دنیا کے کیا معنی ہیں؟ یعنی ہندوستان کی سرحدوں سے دریائے بحر احمر تک جس میں عراق، مصر، شام، فلسطین اور ایران سب کے سب شامل ہیں شاید اس زمانے میں آباد دنیا کا آدھا حصہ آپ کی زیر سلطنت ہے۔

اس وقت آپ کی سادگی، زہد و پارسائی جس کے بارے میں آپ سنتے رہتے ہیں وہ اسی دوران حکومت سے تعلق رکھتی ہے یعنی یہ زندگی کی لذتیں، عیش و عشرت، اور آسائش و آرام جو کسی بھی بڑے سے بڑے انسان کو اپنی طرف کھینچ کر فرائض سے دور کر دیتا ہے اسمیں سے کوئی بھی شئے لمحہ بھر کے لئے بھی امیر المومنین علیہ السلام کے دل میں شک و تردید نہیں پیدا کر پائی، نہ ہی اُنکے راستے سے انہیں ہٹا پاتی ہے۔

انہوں نے ثابت کر دیا کہ سارے گمراہی کے اسباب و وسائل ایک طرف اور ان کی قوت ارادی اور اقتدار نفس ایک طرف۔ عظمت و بزرگی اسے کہتے ہیں، یہ ہیں وہ چیزیں جو نسلوں کو انسانی اجتماع اور پوری تاریخ بشریت کو اپنے مقابل خضوع و خشوع پر مجبور کرتی ہیں، اگر کوئی انصاف پسندی سے کام لے تو وہ اس جیسی شخصیت کے مد مقابل سرکشی نہیں کر سکتا بلکہ سب کے قلوب خود بخود اس کے سامنے جھک جائیں گے۔

اگر کسی کے یہاں امیر المومنین علیہ السلام کے اندر موجود صفات کا ایک کرشمہ بھی پایا جاتا ہو تو وہ اپنے نفس اور خواہشات پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔ حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے زمانے کی عظیم شخصیت جسے آپ نے دیکھا ہے دنیا کی بڑی اور عظیم شخصیتیں ان کے سامنے اپنی پستی کا اظہار کرتی تھیں۔ ان کے نمائندگان چونکہ آپ کے نام اور آپ کی یاد لے کر جاتے تھے دنیا میں

کہیں بھی گئے دنیا کے بااقتدار سرکش حاکموں کو اپنے سامنے خضوع پر مجبور کردیتے تھے اس لئے کہ حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے امیرالمومنین علیہ السلام کی خوبصورت اور زیبا صفات والی ذات کا کچھ گوشہ اپنی زندگی میں رائج کرلیا تھا۔

البتہ ان تجلیات کے بارے میں جو کچھ ہم یہاں بیان کررہے ہیں اپنی جگہ عظیم ہیں مگر امیرالمومنین علیہ السلام کی لامتناہی ذات کے مدمقابل ایک قطرے کی طرح بہت کم اور حقیر ہے لیکن خود آپ کی شخصیت بہت عظیم ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی بزرگی و عظمت

میرے عزیزو: امیرالمومنین علیہ السلام کو اس طرح نہیں پہچانا جاسکتا کہ وہ کیا تھے ان کی بلند وبالا شخصیت ان ناقص معیاروں کی بنیاد پر آخر کس طرح سمجھی جاسکتی ہے؟

ایک دن ایک صحابی امام سجاد علیہ السلام کی عبادتوں، ریاضتوں اور زہدو پارسائی کو دیکھ کر حیرت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپؑ اتنی زحمت برداشت نہ کریں! تھوڑا سا اپنے اوپر رحم کریں،

امام سجاد علیہ السلام گریہ فرماتے ہوئے اس سے خطاب کرکے کہتے ہیں تم مجھے نہ دیکھو، ذرا امیرالمومنینؑ سے میری ان عبادتوں کا موازنہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا، کہ کہاں وہ؟ اور کہاں میں؟

ذرا دیکھیں تو سہی یہ امام سجاد علیہ السلام ہیں خود آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ تک لوگوں کی رسائی ناممکن ہے، میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ کوئی عمل میں آپ تک نہیں پہنچ سکتا، نہیں بلکہ وہم وخیال تک آپ کی عظمت و بزرگی کو چھونے سے عاجز ہیں۔ آپ کی ذات اس سورج کی مانند ہے کہ جس کی کرنوں کو ہم دور سے چمکتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں مگر خود خورشید تک نہیں پہنچ سکتے کچھ اس طرح سے امام سجاد علیہ السلام کی شخصیت ہے مگر آپ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی شخصیت کو دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی بچہ کسی بزرگ کو دیکھ رہا ہے۔

یہ ہیں امیرالمومنینؑ اور یہ ہے ان کی عظمت و بزرگی۔

حضرت علی علیہ السلام کی ہمراہی

میرے عزیزو! ایک نکتہ جس کا ربط ہم سب سے ہے ہم اس کی طرف توجہ کریں: آپ کی پیروی اور اتباع تنہا زبان سے تو ہو نہیں سکتی۔ مثلاً آپ میدان جنگ میں اتر کر رٹ لگائیں کہ فلاں ہمارے سپہ سالار ہیں میں ان سے محبت کرتا ہوں انہیں پسند کرتا ہوں اور وہی سپہ سالار آپ کو فوجی ٹریننگ کے لئے بلائے اور آپ اپنی جگہ سے نہ ہلیں وہ آپ کو دشمن پر حملہ کے لئے حکم دے مگر آپ اس سے رخ موڑ لیں. جبکہ انسان اپنے دشمن اور جسے وہ ناپسند کرتا ہے اس سے یہ رویہ اختیار کرتا ہے، امیرالمومنین علیہ السلام ہمارے مولا ہیں امام ہیں آقا و سردار ہیں ہم شیعوں کو ان کی محبت پر ناز ہے اگر ہم لوگوں کے سامنے کوئی علی علیہ السلام کو ان کی عظمت و بزرگی سے گھٹاتا ہے تو ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اسے ناپسند کرتے ہیں تو پھر ان کی ولایت کا کچھ نہ کچھ اثر ہماری عملی زندگی میں بھی نظر آنا چاہئے۔

میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ امیرالمومنین علیہ السلام جیسے بنیں، خود حضرت امام سجاد علیہ السلام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ وہ امیرالمومنین علیہ السلام کی طرح عمل نہیں کر سکتے خود حضرتؑ نے عثمان بن حنیف سے فرمایا:

"أَلَا وَإِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذَلِكَ" [1]

تم میری طرح نہیں ہو سکتے۔ یہ تو بالکل واضح ہے لیکن تم سے یہ توقع ضرور ہے کہ

---

[1] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 417 / 45 و من كتاب له ع إلى عثمان بن حنيف الأنصاري و كان عامله على البصرة و قد بلغه أنه دعي إلى وليمة قوم من أهلها، فمضى إليها - قوله: ..... ص: 416

ہمارے ہم رزم بنو ہمارے پائے رکاب میں قدم رکھو اور ہمارے پیچھے پیچھے چلو۔

اگر آپ امیرالمومنین علیہ السلام کی آواز سے آواز ملانا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کے زمانہ حکومت کی دو خصوصیتوں کو اپنانا پڑے گا کہ جس کا تعلق ہمارے اور آپ کے زمانے سے ہے اور ہم سے اور آپ سے اس کا ربط پایا جاتا ہے اور وہ ہے:

(۱) اجتماعی عدالت ومساوات،

(۲) دنیا کی نسبت بے توجہی اور اس سے دل نہ لگانا۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی اجتماعی عدالت

عزیزان گرامی! ان دونوں خصوصیتوں کو پرچم کی طرح اپنے ہاتھوں میں لے کر معاشرے میں رائج کرنے کی کوشش کریں عدالت اجتماعی کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کا قانون یکساں طور پر معاشرے کے ایک ایک فرد کو زیر نظر رکھے کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کرے، انسان ایک دوسرے سے مختلف قسم کا رابطہ رکھتا ہے جس کی بناء پر آپس کے برتاؤ میں بھی فرق آجاتا ہے اس لئے کہ کوئی کسی کا رشتہ دار ہے تو کوئی دوست ہے کسی سے جان پہچان ہے تو کسی سے نہیں ہے البتہ جو شخص بھی کسی بھی مقام یا منصب کا مالک ہے، یہاں میری مراد یہ ہے کہ قانون اس کے ہاتھ میں ہے اس لئے کسی تفریق کے بغیر، سب کو ایک نگاہ سے دیکھنا ضروری ہے۔ خصوصاً ایک اسلامی نظام حکومت میں ہر ایک فرد کو یہ اطمینان اور احساس ہونا چاہیے کہ اس کے ساتھ قانون کی نگاہ نہیں بدلے گی، جو جس قدر زحمت ومشقت اٹھائے گا اسی لحاظ سے بہرہ مند بھی ہوگا، اگرچہ کچھ لوگ کاہل اور سست اور کام چور ہوتے ہیں جو کام چوری کرتے ہیں وہ اپنے نفس پر خود ظلم کرتے ہیں، کام کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں لہٰذا ان کا دوسرے لوگوں سے مسئلہ ہی یہاں جدا ہے یہاں عدالت اجتماعی کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کسی کو کسی پر ترجیح حاصل نہ ہو سب

کے لئے ایک قانون ہو اور امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ کام اپنی حکومت میں انجام دیا اور اسی کو عدالت اجتماعی کہتے ہیں۔

علی علیہ السلام سے دشمنی کی بنیاد یہی تھی، وہ نجاشی شاعر، جس نے امیرالمومنین علیہ السلام کے لئے اشعار کہے تھے، آپ کے دشمنوں سے ٹکر لی تھی آپ کا محب تھا، دشمنوں کے مقابلے پر بھی علی علیہ السلام کا دامن نہیں چھوڑا، لیکن جب وہی حرمت الٰہی کو توڑتا ہے، ماہ مبارک رمضان میں شراب پیتا ہے تو لوگوں کے اصرار کے باوجود، آپ فرماتے ہیں سب کچھ اپنی جگہ درست، اس کی محبت قابل قدر اس کی دوستی اپنے مقام پر لیکن چونکہ اس نے حرمت الٰہی کو توڑا ہے اس لئے اس پر حد خدا جاری ہوگی وہ بھی ناراض ہو کر آپ کو چھوڑ کر معاویہ کی طرف چلا گیا یعنی امیرالمومنین علیہ السلام حدود خداوندی کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں کہ گویا اُن کی نگاہ میں اہمیت صرف اور صرف قوانین الٰہی ہے اور خدا سے ہٹ کر کوئی شئے ارزش و اہمیت نہیں رکھتی۔

یہی امیرالمومنین علیہ السلام ہیں کہ جب ایک شخص چوری کرتا ہے اور وہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں تم کو قرآن کتنا یاد ہے اس نے سنادیا تو فرمایا:

"قَدْ وَهَبْتُ يَدَكَ لِسُورَةِ الْبَقَرَةِ" [1]

تمہارے عمل کی بنیاد پر تو تمہارا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے تھا مگر اس سورہ مبارکہ بقرہ کی وجہ سے تیرے ہاتھ کو بخش دیا جاؤ پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔

یہ کوئی بے جا امتیاز نہیں ہے بلکہ قرآن کی وجہ سے آپ نے اس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام اقتدار اسلامی اور اصول وقوانین دینی کے سامنے کسی کا کوئی لحاظ نہیں کرتے تھے وہاں محب ہونے کے باوجود اس کے فسق و فجور کی بنیاد پر حد جاری کرتے ہیں اور یہاں قرآن کی بنیاد پر اس چور کو معاف کر دیتے ہیں یہ ہیں امیرالمومنین علیہ السلام جو صد در صد الٰہی معیار کی بنیاد پر عمل

[1] من لا یحضرہ الفقیہ / ج 4 / 62 / باب حد السرقۃ..... ص:60

کرتے ہیں یہ ہے آپ کی عدالت، جس کسی نے بھی یہ کہا ہو مجھے یقینی طور پر معلوم نہیں یہ کس کا قول ہے "قتل فی محراب عبادتہ لشدّ ۃ عدلہ" علی علیہ السلام محراب عبادت میں اپنی انصاف پسندی کی شدّت کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔

مگر کہنے والے نے درست کہا ہے یعنی عدالت امیرالمومنین علیہ السلام اثر ورسوخ رکھنے والوں اور صاحبان نفوذ کے لئے نا قابل برداشت تھی یہاں تک کہ اسی وجہ سے وہ لوگ ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔

اب ذرا ملاحظہ کریں آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جناب آپ کس طرح اس اسلامی معاشرے میں اسی عدالت کو برقرار کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے علی علیہ السلام آخر تک حکومت نہیں کر سکے؟

میں کہتا ہوں جس قدر اسے رائج کرنا ممکن ہے ہمارا فرض ہے کہ اس اندازہ کے مطابق معاشرہ میں اسے رائج کریں ہم کب کہتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بالکل عدل امیرالمومنینؑ کی طرح ہم عدل جاری کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا تو یہ کہنا ہے کہ جس قدر بھی ایک مومن اس پر عمل کر سکتا ہے، انجام دے، کم از کم جتنا ہو سکتا ہے اسے تو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

اگر یہی عدالت فرہنگ وتمدن (کلچر) کی صورت اختیار کرے اور عوام اُس کو سمجھ جائیں تو لوگ خود بخود اس کو برداشت کریں گے۔ عدالت امیرالمومنین علیہ السلام سے عوام الناس خوشحال تھے محض صاحبان نفوذ کو برا لگتا تھا وہ اس سے ناراض تھے اور امیرالمومنین علیہ السلام کو ان لوگوں نے خود شکست دی اور معرکہ صفین پیش آیا۔ کہ جس میں حضرت علیہ السلام کو خونِ دل پینا پڑا اور اس کے بعد آپ کو شہید کر دیا گیا ان سب کی وجہ یہ تھی کہ عام لوگ اس وقت مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے سے عاجز تھے اور اس کا صحیح تجزیہ ان کے بس سے باہر تھا۔

صاحبان نفوذ ومطلب پرست عام لوگوں کے ذہنوں پر غلبہ رکھتے تھے انہیں سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے اس لئے، درک وفہم پیدا کرنا چاہئے لوگوں کی سیاسی بصیرت میں اضافہ

کرنا چاہیے تا کہ ایک دن عدالت اجتماعی کو پورے معاشرے میں جاری کیا جا سکے۔

پارسائی وزہد امیر المومنین علیہ السلام

ایک دوسرا مسئلہ امیر المومنین علیہ السلام کا زہد ہے جو نہج البلاغہ کا ایک نمایاں پہلو ہے، جس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے اس زہد و پارسائی کو لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا اسے اسلامی معاشرے کی بنیادی بیماری کے علاج کے طور پر پیش فرمایا تھا اور میں نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ آج ہمیں انہیں مسائل پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے، امیر المومنین علیہ السلام جب یہ فرما رہے تھے کہ دنیا کی لذتوں اور اس کے زرق برق میں مبتلا نہ ہوں تو کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنکے ہاتھ وہاں تک پہنچے ہوئے تھے آپ کا خطاب ان سے تھا" ان لوگوں سے نہیں جو فقیر تھے کہ جن کی اس وقت اکثریت تھی" امیر المومنین علیہ السلام ان سے خطاب کر رہے تھے جو فتوحات اسلامی کی وجہ سے دولت و ثروت کی بہتات اور مملکت اسلامی کے پھیلنے کے نتیجہ میں دنیا اور اس کی لذات میں غرق ہوتے جا رہے تھے۔ آج جب ہم بھی اس صفت کے بارے میں دو باتیں کہنا چاہتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جناب آپ کیسی باتیں کرتے ہیں لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جن کے پاس وہ مادی اسباب ووسائل نہیں ہیں، جی ہاں ہمارا خطاب بھی ان سے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں سے ہے جو ان اسباب ووسائل کے مالک ہیں ان لوگوں کے لئے ہے جو صاحب ثروت و دولت ہیں۔

جو لوگ حرام طریقوں سے دنیا کی لذتوں کو حاصل کر سکتے ہیں ہمارا خطاب بھی ان سے ہے البتہ ان لوگوں کے علاوہ وہ حضرات بھی توجہ رکھیں جو حلال راستوں سے دنیا کی شیرینیاں اکٹھا کر سکتے ہیں ان سے بھی ہماری یہی گزارش ہے کہ وہ زہد اختیار کریں اور لذائذ دنیا میں غوطہ زن نہ ہو جائیں۔

نظام اسلامی کے عہدیداران امام علی علیہ السلام کے اصلی مخاطبین

زہدو پارسائی کا بلندو عالی مرتبہ اور واجب ترین مرحلہ یہ ہے کہ انسان حرام چیزوں سے پرہیز کرے اور اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دے، لیکن جہاں حرام چیزوں سے پرہیز کرنا زہد کا بلند درجہ ہے، وہیں بقدر ضرورت حلال چیزوں سے استفادہ کرنا اور زہدو پارسائی برتنا بھی بلند درجہ کی حیثیت رکھتا ہے اگر چہ ممکن ہے بہت ہی تھوڑے لوگ زہد حلال کے مخاطب قرار پائیں وہی لوگ کہ جن کے ہاتھ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں، جو لذّت و نعمات خداوندی سے حلال طریقہ سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں اور اس زمانہ میں ہر ایک اپنی پوسٹ کے لحاظ سے زہد امیرالمومنین علیہ السلام کا مخاطب ہے لہٰذا انہیں زہد امیرالمومنین علیہ السلام یاد رکھنا چاہئے جنکے پاس کوئی حکومتی عہدہ و منصب ہے ان کی زیادہ ذمہ داری بنتی ہے اور جن لوگوں کے پاس کوئی حکومتی عہدہ و ذمہ داری نہیں ہے اُن پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی میں زہد اپنائیں البتہ حکومت کی ذمہ داریوں کے مقابلے میں ان کی ذمہ داری اتنی نہیں ہے جتنی کہ مسؤلین کی ذمہ داری بنتی ہے۔

انہیں چاہیے کہ اسے ایک فرہنگ (کلچر) کی حیثیت سے زندگی کا جز بنائیں اس طرح نظام اسلامی پر منڈلاتے ہوئے خطرات کم سے کم ہو جائیں گے اور عدالت و زہد کی بناء پر نظام اسلامی قوی سے قوی تر ہو جائیگا پھر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔جن لوگوں کو دنیا کی لذتیں، خواہشات نفس، فریب و دھوکہ نہ دے سکیں اور ان کے ارادے میں تزلزل ایجاد نہ کر سکیں وہی لوگ تمام دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹ سکتے ہیں وہی خطرے کے وقت اسلامی حکومت کو نجات دلا سکتے ہیں، آج جو حکومت اسلامی پر چہار جانب سے یلغار ہو رہی ہے ایسے نازک موقع پر ہماری سب سے زیادہ ذمہ داری یہ بنتی ہے خصوصاً جوانوں ذمہ داران حکومت بالخصوص علما کرام، قوم و ملت کے مختلف افراد اور وہ لوگ جنہیں لوگ اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں ان سب کی ذمہ داری ہے کہ ان دو صفات کو (عدالت و زہد) کو اپنائیں امیرالمومنین علیہ السلام نے تاریخ میں یہ دو مشعلیں روشن

کیں ہیں تا کہ پوری تاریخ روشن رہے اگر اس سے کوئی شخص منہ موڑے گا تو خود اس کا نقصان ہوگا لیکن علی علیہ السلام کا نام ان کی یاد اوران کے دیئے ہوئے سبق، تاریخ کچھ نہیں بھلا سکتی یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے دامن میں محفوظ رہیں گے۔ [۱]

علی علیہ السلام کی تہ در تہ شخصیت درس جاویدانی ہے

امیرالمومنین علیہ السلام کی ذات گرامی، مختلف زمانوں میں مختلف حیثیت سے تمام کاروان بشر کے لئے ایک نہ بھلایا جانے والا سبق اور درس جاودانی ہے چاہے وہ ان کا انفرادی عمل ہو یا محراب عبادت میں ان کی بندگی، ان کی مناجات ہو یا ان کا زہدوہ یاد خدا میں غرق ہوں یا اپنے نفس اور شیطان کے مقابل ان کا جہاد ہر میدان میں ان کی زندگی ہمیں درس عمل سکھاتی ہے آج بھی عالم کی فضا میں ان کا یہ جملہ گونج رہا ہے:

"یَادُنْیَا غُرِّی غَیْرِی" [۲]

اے دنیا کی لذتوں، اے جاذب نظر پرفریب مادّی زرق و برق دنیا قوت و طاقت رکھنے والے انسانوں کو اپنے دام پر خطر میں پھانسنے والی جا علیؑ کے علاوہ کسی اور کو فریب دے علیؑ تیرے دھوکہ میں آنے والا نہیں۔

اس بنیاد پر ہر بیدار ذہن امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی کے ایک ایک لمحات میں خدا سے ارتباط اور معنویت وروحانیت کے لئے نا بھلایا جانے والا درس حاصل کرتا ہے۔

---

[۱] ولادت امیرالمومنین علیہ السلام کی مناسبت سے معاشرے کے مختلف لوگوں سے قائد انقلاب اسلامی کا ایک خطاب۔

[۲] الغارات (ط-القدیمۃ)/ج1/55/سیرتہ ع فی نفسہ ص:53

امیرالمومنین علیہ السلام کا جہاد

حق وعدالت کے قیام کے لئے جہاد کرنا آپ کی زندگی کا ایک دوسرا پہلو ہے نبی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس روز سے رسالت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا اسی وقت سے آپ کے ساتھ ایک مومن ومخلص مجاہد (جو کہ ابھی جوان تھا) آپ کے شانہ بشانہ موجود رہا اور وہ مومن مخلص جوان مجاہد علی علیہ السلام کے سواء اور کوئی نہیں تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت زندگی کے آخری لمحات تک امیرالمومنین علیہ السلام اسلام کی حفاظت وبقا کے لئے لمحہ بھر کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے اپنی اس راہ میں ۔کس قدر زحمتیں اٹھائیں، کس قدر اپنی جان کے لئے خطرات مول لئے اور حق وعدل کے قیام کے لیے جدوجہد کی اور اسمیں غرق رہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے سب جانتے ہیں کہ جب کوئی میدان میں نہیں ٹکتا تھا تب وہ میدان میں ثابت قدم ہو جاتے تھے، جب لوگ میدان میں اترنے سے کتراتے تھے اس وقت آپ میدان میں ڈٹ جاتے جب لوگ سختیوں سے فرار کرتے تو اس وقت آپ اپنے پورے وجود کے ساتھ سختیوں کا مقابلہ کرتے اور مجاہدین اسلام کو تسلی دیتے آپ کے لئے زندگی کا معنی ومفہوم یہی تھا کہ خدا نے جو قوت وطاقت جو صلاحتیں آپ کو عطا کیں سب کو حفاظت دین اور اسلام کی بقاء کے لئے صرف کردیا۔

جی ہاں! علیؑ کے قوت بازو اور ان کے فولادی ارادے کی برکت سے آج حق زندہ ہے۔

اگر آج دنیا کے انسانوں کے لئے حق وعدل اہمیت رکھتے ہیں اور یہ مفاہیم دنیا میں پائے جاتے ہیں اور روز بروز ان کو تقویت ملتی جا رہی ہے تو یہ صرف اور صرف آپ ہی کی فداکاریوں کا نتیجہ ہے۔ اگر علی ابن ابی طالب علیہ السلام جیسی شخصیت نہ ہوتی تو آج انسانی قدروں کا بھی کوئی نام لیوا نہ ہوتا انسان کے پاس تمدن، بلند اہداف اور کوئی اعلیٰ مقصد بھی نہ ہوتا اور انسانیت ایک جنگلی حیوان ودرندگی کی شکل میں تبدیل ہو چکی ہوتی، بشریت بلند وعالی مقاصد کی حفاظت

کے لئے آج امیر المومنین علیہ السلام کی زحمتوں اور مشقتوں کی مرہون منت ہے اور یہ سب آپ کے جہاد کا اثر ہے۔

حکومت کے معنی میں تبدیلی

حکومت کے میدان میں آپ کا ایک انوکھا انداز آپ کی شخصیت کا ایک منفرد پہلو ہے۔ جو اپنے وقت پر عظیم حکومت وقدرت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور ایک تھوڑی سی مدت حکومت میں وہ کارہای نمایاں وہ دیر پا اثر چھوڑتا ہے کہ لکھنے والے، لکھتے رہیں، اس کی تصویر کشی کرنے والے تصویر کشی کرتے رہیں اور مؤرخین قلم چلاتے رہیں پھر بھی جو کچھ لکھا جائے، کہا جائے یا اس کی تصویر کشی کی جائے کم ہے۔ دوران حکومت آپ کا طرز حیات خود کسی قیامت سے کم نہیں ہے اصلاً علی علیہ السلام نے حکومت کے معنی ہی بدل کر رکھ دیے وہ مظہر حکومت الٰہی مسلمانوں کے درمیان مجسم آیات قرآنی، سراپا:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ.[1]

اور مجسمہ عدل مطلق تھے وہ فقیروں کو اپنے قریب رکھتے تھے

وَ يَقْرُبُ الْمَسَاكِينَ لَا يَطْمَعُ الْقَوِيُّ فِي بَاطِلِهِ وَ لَا يَيْأَسُ الضَّعِيفُ مِنْ عَدْلِه.[2]

معاشرے کے پسماندہ اور دبے کچلے افراد کا خاص لحاظ رکھتے تھے اور جو لوگ مال و ثروت کی وجہ سے خود کو ناحق بڑا اور بزرگ بنائے ہوئے تھے آپ انہیں خاک ومٹی کے برابر

---

[1] سورۂ فتح:۲۹

[2] شرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد/ ج18/ 226/ 75 و من كلامه ع في عدم الاغترار بالدنيا ..... ص: 224

سمجھتے تھے آپ کی نظر میں جو شئے قیمتی اور ارزشمند تھی وہ ایمان، تقویٰ، اخلاص و جہاد اور انسانیت تھی آپ نے اس حکومتی طرز تفکر کے ساتھ پانچ سال سے بھی کم حکومت کی، صدیاں گزر رہی ہیں اور لکھنے والے امیر المومنین علیہ السلام کی خوبیاں پیش کر رہے ہیں لکھنے والے لکھ رہے ہیں مگر پھر بھی ابھی تک بہت کم لکھا گیا، اور اچھے اچھے اپنی عاجزی، ناتوانی کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ولایت علی علیہ السلام سے تمسک

دنیا ہمیں علی علیہ السلام کا چاہنے والا سمجھتی ہے

وَ مَعْرُوفِينَ بِتَصْدِيقِنَا إِيَّاكُمْ. [1]

اور دنیائے اسلام بھی ہمیں ان لوگوں میں شمار کرتی ہے جو علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسبت شدید محبت و مودّت اور ان کی غلامی کا دم بھرتے ہیں اور تمام دنیا والے بھی ہمارے بارے میں یہی خیال رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم پر فرض ہے کہ ان کے اس خیال کو یقین میں تبدیل کر دیں۔

ایک زمانہ تھا کہ جب اسی ملک میں اگر کوئی اپنی زبان سے یہ کلمات جاری کرتا تھا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنَ الْمُتَمَسِّكِينَ بِوِلَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْأَئِمَّةِ عليهم السلام. [2]

اس خدا کی حمد جس نے ہمیں امیر المومنین علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کی ولایت رکھنے

---

[1] من لا يحضره الفقيه/ ج2/613/ زيارة جامعة لجميع الأئمة ع..... ص: 609

[2] إقبال الأعمال (ط - القديمة) / ج1 / 464 / فصل فيما نذكره من فضل صوم يوم الغدير من كتاب النشر و الطي..... ص: 464

والوں میں سے قرار دینا"

تو بہت سے لوگ شک و تردید کی نگاہ سے اس کو دیکھنے لگتے تھے، کہتے تھے کہ کیا ہم اس پر خدا کی حمد کریں کہ علیؑ کے موالی ہیں؟

کیا واقعاً یہ کلمات برحق ہیں؟

البتہ انہیں شک کرنے کا حق بھی تھا، اس لئے کہ اس وقت اس ملک میں امریکہ، یہودیوں اور دشمنان خدا کی ولایت وحکومت تھی لہٰذا ہمیں کیا حق تھا جو کہتے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی جَعَلَنا مِنَ الْمُتَمَسِّكِينَ بِوِلايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ الأَئِمَّةِ عليهم السلام.

اور اپنی جگہ یہ بات بھی ہے کہ لوگوں کی اکثریت اپنے دل میں انہیں کی محبت چھپائے ہوئے تھی اور ان کی ولایت کے معتقد تھے۔

مگر یاد رکھیئے ولایت اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر معنی ومفہوم رکھتی ہے البتہ آج مملکت ایران کے لوگ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سے تمسک پر خدا کی حمد وستائش کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارا انقلاب، ہمارا پیغام سب کچھ راہ ولایت علی علیہ السلام ہی کا صدقہ ہے۔

علوی معاشرہ

ہماری خواہش ہے کہ ہماری زندگی، ہماری حکومت امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی اور ان کی حکومت کے مطابق ہو جائے ہم چاہتے ہیں ہماری حکومت میں مکمل طور پر اسلامی عدالت کا نفاذ ہو جائے جو شخص بھی اس حکومت میں زندگی بسر کر رہا ہے اس کا فریضہ ہے کہ وہ اس مقصد تک پہنچنے کے لئے تلاش وکوشش کرے۔

ہمارا فریضہ ہے کہ کوئی ایسا طریقۂ کار اپنائیں کہ ہمارا معاشرہ ہمارا نظام حکومت سب کا

سب علوی معاشرے اور علوی حکومت کی طرح ہو جائے تنہا اسلام اسلام کرنا اور ولایت کا دم بھرتے رہنا ہی کافی نہیں ہے خصوصاً جن لوگوں کے کاندھوں پر کوئی حکومتی منصب ہے۔ وہ عدلیہ ہو، یا مجلس شورائے اسلامی ہو (پارلیمنٹ) یا پھر مقام صدارت و ریاست ہو، اجرائے قوانین کی منزل ہو یا پھر دوسرے حکومتی ادارہ جات اور دیگر مراکز وغیرہ...زبان و عمل میں سب طریقۂ کار بالکل امیر المومنین علیہ السلام جیسا ہونا چاہیے۔

مقصد محرومین اور عوام کی خدمت ہو

امیر المومنین علیہ السلام خدا کے لئے اور اس کی راہ میں کام کرتے تھے، لوگوں کے ہمدم اور ہمدرد تھے ان سے لگاؤ تھا اور عوام کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھتے تھے اس کے باوجود کہ آپ کی حکومت کا مقصد پسماندہ لوگوں کی امداد تھا پھر بھی راتوں کو تن تنہا ایک ایک پسماندہ اور معاشرے کے دبے کچلے لوگوں کے پاس جاتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی تھی، ہمارا راستہ بھی وہی ہے کہ طاغوتی حکومتوں نے جس لحاظ سے بھی لوگوں کو محروم و پسماندہ کر دیا ہے ہم ان کی مدد کے لئے دوڑیں یہی امیر المومنین علیہ السلام کا راستہ تھا یہی درس ہے جسے رہبر کبیر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے علی علیہ السلام سے سیکھا تھا اور ہمارے سامنے اسے پیش کیا ہمیں اسی راستے پر چلنا چاہیے۔ [۱]

ظلم کے خلاف جنگ

علی علیہ السلام ہر منزل پر ہر جگہ پر چاہے جس نام سے یاد کئے گئے ہوں ظلم کے خلاف ایک مسلسل جنگ کرنے والے مجاہد تھے۔ ذرا آپ امیر المومنین علیہ السلام کی دشوار گزار زندگی کے مراحل

[۱] حدیث ولایت، ج ششم، ص ۱۱۹، ۲۰

پر ایک نظر دوڑائیں، دیکھیں تو سہی انہوں نے کن لوگوں سے جنگیں لڑی ہیں، کس صلاحیت و شہامت کا مظاہرہ کیا ہے، مدمقابل کون لوگ تھے کیسے پرفریب ناموں کے زیرسایہ علی علیہ السلام سے مقابلہ کرنے آئے تھے، مگر پھر بھی آپ جنگ کو ٹالتے رہتے تھے یہاں تک کہ جب آپ کے لئے عیاں ہوجاتا کہ یہ ظلم ہے یہ باطل ہے تو پھر کوئی رعایت نہیں کرتے تھے، یہی ہمارا بھی راستہ ہے، ایک دشوارگزار راستہ کہ جسے بہرحال ہمیں طے کرنا ہے اور یہی ان تمام پیروان امیرالمومنین علیہ السلام کا راستہ ہے جو آپ کی محبت و غلامی کا دم بھرتے ہیں یعنی ظلم و ظالم سے لڑائی چاہے وہ کسی بھی صورت میں نہ ہو جس سطح پر ہو اور چاہے جس انداز سے بھی لڑنا پڑے۔

اخلاص حضرت علی علیہ السلام

علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سلسلہ میں جو کچھ بھی کہا جائے کم ہے اس لئے کہ آپ کی آفاقی شخصیت ذہن میں سمانے اور بیان کے دائرے سے خارج ہے مجھ جیسے لوگ آپ کی تہ در تہ شخصیت کے بارے میں کسی ایک پہلو کو بھی بیان کرنے سے عاجز ہے مگر چونکہ آپ نمونہ عمل ہیں اس لئے ہمیں آپ کو اپنی بساط و توانائی کے اعتبار سے پہچاننا بھی ضروری ہے۔

ممکن نہیں کوئی علی علیہ السلام کی آفاقی شخصیت تک اپنی کمتر فکر ڈال سکے اس لئے کہ یہ بات ہمارے دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام نے ہم سے کہی ہے ایک روایت جس میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام امیرالمومنین علیہ السلام کے زہد و عبادت اور دیگر خصوصیات کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَ مَا أَطَاقَ عَمَلَهُ مِنَّا أَحَدٌ.

ہم میں سے کوئی بھی آپ جیسے عمل کو انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔

حتی خود امام صادق علیہ السلام، امام باقر علیہ السلام اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام بھی جہاں امیرالمومنین علیہ السلام پہنچے ہوئے ہیں نہیں پہنچ سکتے۔ اس روایت کے مطابق امام نے آگے فرمایا:

وَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) لَيَنْظُرُ فِي كِتَابٍ مِنْ كُتُبِ عَلِيٍّ علیہ السلام.

ایک دن آپ کے والد حضرت علی بن الحسین امیر المومنین علیہ السلام کی کسی کتاب کو دیکھ رہے تھے۔

یقیناً یہ کتاب آپ کی زندگی کا دستور العمل تھا جس کے مطابق آپ نے اپنی زندگی گزاری تھی کہ ایک مرتبہ پڑھتے پڑھتے:

فَيَضْرِبُ بِهِ الْأَرْض.

اسے زمین پر رکھ دیا۔

اور پھر فرمایا:

وَ يَقُولُ: مَنْ يُطِيقُ هَذَا. [1]

کون ہے جو اس قدر عمل انجام دے سکتا ہو؟

یعنی امام سجاد علیہ السلام جو کہ سید العابدین اور زین العابدین ہیں امیر المومنین علیہ السلام کی عبادتوں اور زہد و پارسائی کے مقابلے میں خود کو عاجز سمجھتے ہیں، خود امیر المومنین علیہ السلام نے عثمان بن حنیف کو اس خط میں لکھا:

"أَلَا وَ إِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذَلِكَ" [2]

جس طرح میں عمل کر رہا ہوں تم اس طرح نہیں کر سکتے۔

---

[1] الأمالي (للطوسي) / النص / 693 / [39] مجلس يوم الجمعة السابع عشر من ذي القعدة سنة سبع و خمسين و أربعمائة

[2] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 417 / 45 و من كتاب له علیہ السلام إلى عثمان بن حنيف الأنصاري و كان عامله على البصرة و قد بلغه أنه دعي إلى وليمة قوم من أهلها، فمضى إليها - قوله: ..... ص: 416

واقعیت بھی یہی ہے جو کچھ تاریخ نے امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں ہم تک عبادت وریاضت کے بارے میں نقل کیا ہے آدمی جب اس پر نظر ڈالتا ہے تو پھر انسان کو اپنی ناتوانی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

اس بنیاد پر موضوع سخن یہ نہیں کہ ہمارا معاشرہ مثل علی علیہ السلام ہو جائے بلکہ موضوع گفتگو یہ ہے کہ معاشرے کے افراد کو کس راستے کی طرف لے جایا جائے مخصوصاً ایک اسلامی حکومت کے سربراہوں کو کون سا راستہ اپنانا ہوگا اور زندگی کس نمونے کے مطابق گزارنا ہوگی یہ ہے گفتگو کا مقصد اور یہ ہے راستہ....

علی علیہ السلام بام عروج پر

ذات علی (علیہ السلام) کچھ ایسے عناصر کا مجموعہ ہے کہ اگر ایک بلند مرتبہ انسان وہاں تک پہنچنا بھی چاہے تو نہیں پہنچ سکتا اور ان کی عظمتوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ دنیا سے لاتعلقی، خواہشات ولذائذ سے بے پروائی اور دنیا کی زرق برق چیزوں سے دوری جہاں ایک عنصر ہے، آپ کا بیکراں علم جس کے بارے میں بہت سے مسلمان دانشمند اور تمام بزرگان شیعہ اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علم و دانش میں علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے یہ آپ کی شخصیت کا ایک دوسرا پہلو ہے اور مختلف میدانوں میں آپ کی فداکاری اور جانثاری کا انوکھا انداز بھی انہیں عناصر کا ایک جز ہے۔

وہ چاہے میدان سیاست ہو یا میدان سیر وسلوک یا کوئی اور میدان۔ آپ کی عبادتوں کا طریقہ اپنی جگہ پر ایک جداگانہ عنصر ہے، عدل ومساوات کی جو مثال آپ نے قائم کی ہے وہ خود عدالت اسلامی کی مکمل تفسیر کی حیثیت سے آپ کے تہ در تہ وجود کا ایک اور عنصر ہے۔ معاشرے کے مختلف طبقات جیسے فقیر، غلام وکنیز، بچے عورتیں وغیرہ کے ساتھ آپ کا نرمی سے

پیش آنا، ان سے محبت، اور پسماندہ، دبے کچلے لوگوں کے ساتھ بھی محبت کا برتاؤ آپ کی زندگی کا ایک اور نمایاں پہلو ہے۔

ہر وہ ترقی جو آپ کی زندگی کے مختلف مراحل میں نظر آتی ہے وہ بھی انہی عناصر کا ایک جز ہے فصاحت و بلاغت حکمت و دانائی یہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ آپ کے مجموعہ عناصر کے اجزاء میں سے ہیں جن کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ چھٹی صدی ہجری کے ہمارے ایک بزرگ عالم جناب قطب راوندی آپ کے زہد کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: جس وقت کوئی شخص علی علیہ السلام کی ان باتوں کو جو انہوں نے زہد کے بارے میں ارشاد فرمائی ہیں دیکھتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے (یعنی ایک ایسا انسان جو اپنے زمانے میں دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکمرانی کر رہا تھا) تو اسے شک وشبہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ کلام ایک ایسے شخص کا ہے جس کا کام ہی فقط عبادت و بندگی تھا۔

أَنَّهُ كَلَامُ مَنْ لَا شُغُلَ لَهُ بِغَيْرِ الْعِبَادَةِ وَلَا حَظَّ لَهُ فِي غَيْرِ الزَّهَادَةِ.

اور بجز زہد و پارسائی ان کا کوئی اور شیوہ ہی نہیں تھا۔

وَهَذِهِ مِنْ مَنَاقِبِهِ الْعَجِيبَةِ الَّتِي جَمَعَ بِهَا بَيْنَ الْأَضْدَادِ.[1]

اور یہ ہیں آپ کے وہ حیرت انگیز مناقب جو آپ کی شخصیت میں متضاد صفتوں کو یکجا کرتے ہیں۔

اخلاص اور جوہر عمل

میں آج جس نکتہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ہے امیر المومنین علیہ السلام کا اخلاص عمل: ہم کو چاہئے کہ اس صفت کو اپنے روزمرہ کے کاموں کا جوہر قرار دیں جیسا کہ یہی

---

[1] بحار الأنوار (ط-بيروت) / ج40/318/باب 98 زهده و تقواه و ورعه عليه السلام..... ص: 318

صفت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زندگی کی روح رہی ہے یعنی آپ اپنے کاموں کو فقط اور فقط خدا کی خوشنودی کے لئے انجام دیتے تھے اور آپ اپنے کسی بھی عمل سے سوائے قربۃً الی اللہ اور خدائی فرض کے اور کوئی مقصد نہیں رکھتے تھے۔

میرے خیال میں علی علیہ السلام کی ذات میں یہ ایک حقیقت ایسی ہے جو اپنی جگہ پر بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے بچپنے سے اپنی جوانی کی عمر تک آغوش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کہ آپ نے اسلام کو تمام سختیوں اور مشقتوں کے بدلے اپنی جان کے بدلے خریدا تھا جگہ جگہ پر اس خلوص کا ثبوت دیا۔

انہوں نے ایک محترمانہ آسائش و آرام اور اشرافیت کو کہ جو کسی قریشی زادہ کی عیش و عشرت کے لئے میسر تھی صرف خدا کے لئے نظرانداز کر دیا اور تیرہ سال کی مدّت حیات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ بشانہ کفر کے خلاف جنگ کرتے رہے اور اس کے بعد شب ہجرت حضرت علیہ السلام کے بستر پر سوئے کہ اگر کوئی آپ کے اس کارنامہ پر غور و فکر کرے تو اسے پتہ چلے گا کہ آپ نے اس ایک عظیم فداکاری کا ثبوت دیا ہے کہ جسے ایک انسان پیش کر سکتا ہے یعنی یقینی اور حتمی طور پر موت کے مقابل تسلیم ہو جانا۔اور موقع پر صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا ہی پوچھا کہ کیا میرے سونے سے آپ بچ جائیں گے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں بچ جاؤں گا تو آپ نے عرض کی، تو میرا سونا حتمی ہے۔

اس جگہ پر وہ عیسائی مصنف کہ جن کی نگاہ اسلامی اور شیعی بھی نہیں ہے اور ہمارے دین سے بھی خارج ہیں امیرالمومنین علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں "امیرالمومنین علیہ السلام کا یہ عمل تنہا سقراط کے اس عمل سے ہی قابل موازنہ ہے جو معاشرے کی مصلحت کے لئے خود اپنے ہاتھوں سے زہر کا پیالہ پی لیتا ہے" یعنی اس شب میں مسلم جانثاری عمل اور اخلاص تھا۔نہ جانے کتنے حکمراں ہیں جو ایسے موقع پر فائدہ اٹھانے کی فکر کرتے ہیں اپنے لئے سوچتے ہیں لیکن آپ ایسے موقع پر خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان بچانے کی فکر میں ہیں۔

فقط رضائے الٰہی

غزوات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھئے جنگ احد میں کہ جب چند انگشت شمار لوگوں کے علاوہ بقیہ سبھی فرار کر گئے تو اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا۔ جنگ خندق پر نظر ڈالئے جہاں سارے مجاہدین عمرو بن عبدود کے مقابلے سے ہٹ گئے اور آپ آنحضرتؐ سے بار بار اس سے مقابلہ کے لئے اجازت طلب کرتے ہیں اسی طرح جنگ خیبر ہو یا آیہ برأت کی تبلیغ، رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سقیفہ نبی ساعدہ میں جانشینی کا مسئلہ ہو یا پھر خلیفہ دوم کی وفات کے بعد شوریٰ کی تشکیل کا مرحلہ ہر ہر جگہ پر امیر المومنین علیہ السلام نے فقط خوشنودی خدا کو پیش نظر رکھا اور اسلام اور مسلمانوں کے حق میں الٰہی چیز کا انتخاب فرمایا جو ان کے لئے مفید تھی اور رضائے الٰہی کا سبب تھی اور کہیں بھی آپ نے اپنی "انا" کو درمیان میں نہیں آنے دیا۔ آپ کی خلافت ظاہری کا زمانہ ہو یا ۲۵ سال تک آپ کی خانہ نشینی، خلفاء کی امداد کے لئے آپ کا جانا ہو یا پھر اپنی خلافت ظاہری کے دوران مختلف جنگوں کے مقابل اپنے موقف کا اظہار یا اس جیسے دیگر اور مقامات پر وہی علی علیہ السلام ہیں جسے خدا پسند کرتا ہے، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا انتخاب کرتا ہے، خدا کا ایک خالص اور مخلص بندہ، اور یہی وہ خصوصیت ہے کہ جس کا ایک ذرہ ہی سہی مگر ہم اپنی زندگی اور عمل میں اس کو جگہ دیں اور ہم یہ صفت علی علیہ السلام سے سیکھ لیں اس لئے کہ اس وقت یہی خصوصیت اسلام کی ترقی کا سبب بنی تھی اور آج اگر اسی صفت کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو وہ اسلام اور مسلمین کے لئے ایک مفید عنصر بن سکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے اخلاص آموزی

ہم لوگوں نے عظیم انقلاب اسلامی کے دوران اپنی آنکھوں سے لوگوں کی زندگی میں

اس خلوص نیت کا مشاہدہ کیا ہے اور جو کچھ کارنامے ہونا تھے وہ ہوئے، قائد انقلاب اسلامی امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اس اخلاص عمل کا مظہر تھے اور ان کے ہاتھوں جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا انہوں نے اسلام کے مقابلہ میں ساری دنیا کو جھکا دیا اور دشمنان دین کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا آج بھی ایران کی قوم وملت اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ چاہے وہ مرد ہوں یا عورت سب کے سب خصوصاً ہم سب ذمہ داران حکومت جس قدر جس کی ذمہ داریاں بڑھتی جائیں گی۔ اسی خلوص نیت کے محتاج ہو جائیں گے یہاں تک کہ اسی اخلاص کی مدد سے اس بوجھ کو منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ص يُقْتَلُ آبَاؤُنَا وَ أَبْنَاؤُنَا وَ إِخْوَانُنَا وَ أَعْمَامُنَا لَا يَزِيدُنَا ذَلِكَ إِلَّا إِيمَاناً وَ تَسْلِيماً وَ مُضِيّاً عَلَى مَضِّ الْأَلَمِ.[1]

ہم لوگ خلوص نیت کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے رکاب میں اپنے خاندان و گھرانے والوں سے لڑ رہے ہوتے تھے:

فَلَمَّا رَأَى اللهُ صِدْقَنَا، أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ، وَ أَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ.[2]

توجس وقت خدا نے ہمارے اس مخلصانہ عمل کو دیکھا ہمارے دشمن کو سرکوب کر دیا اور ہمیں فتح وظفر سے سرفراز فرمایا: پھر آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ہمارا یہ عمل نہ ہوتا اور ہم لوگ اس طرح اخلاص نہ رکھتے ہوتے:

---

[1] الإرشاد في معرفة حجج الله على العباد / ج 1/ 268/ كلامه ع لما رأى ثبات أهل الشام في القتال..... ص: 267

[2] بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج 34/ 37/ [الباب الحادي و الثلاثون] باب سائر ما جرى من الفتن من غارات أصحاب معاوية على أعماله عليه السلام و تثاقل أصحابه عن نصره و فرار بعضهم عنه إلى معاوية و شكايته عليه السلام عنهم و بعض النوادر ..... ص: 7

مَا قَامَ لِلدِّينِ عَمُودٌ وَلَا اخْضَرَّ لِلْإِيمَانِ عُودٌ.[1]

ایمان کی ایک ٹہنی بھی سرسبز وشاداب نہ ہوتی اور آج دین کا کوئی ستون بھی اپنی جگہ محکم واستوار نہ دکھائی دیتا یہ انہی مسلمانوں کے خلوص دل اوران کی صداقت کی ہی برکتیں تھیں کہ روح زمین پر آج ایک اسلامی معاشرہ پھلتا پھولتا نظر آرہا ہے اور یہ ترقیاں انہی کی زحمتوں کا نتیجہ ہیں یہ اسلامی تمدن اور یہ عظیم تاریخی تحریک بھی آج اسی کا نتیجہ ہے، ہماری قوم دنیا کے سارے مسلمانوں عراق کی عوام ان کے سربراہوں اوران تمام لوگوں کو جو دنیا کے کسی بھی گوشہ وکنار میں اسلام کی باتیں کرتے ہیں ان سب کو علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ہی اخلاص کا سبق حاصل کرنا ہوگا۔

[1] عیون الحکم و المواعظ (للیثی)/415/الفصل السادس بلفظ لو ..... ص: 415

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے ستون ہدایت منہدم ہو گیا

آج انیسویں ماہ رمضان ہے حضرت علیہ السلام کے سر اقدس پر ضربت لگنے سے اہل کوفہ کا کیا حال ہوا، خدا ہی جانے وہ آپ کا لوگوں کے درمیان محبوب چہرہ، وہ بزرگ انسان، وہ عدل مجسم، وہ آپ کی ولولہ انگیز صدا وہ آپ کا کمزوروں اور دبے کچلے لوگوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہاتھ، اشقیاء کے مدمقابل غیض وغضب کرنے والا انسان، اس پانچ سال کی مدت میں اہل کوفہ واہل عراق اور جو لوگ مدینہ سے ہجرت کر کے حضرت کے پاس آئے تھے، خود کوکوفہ میں یا کوفہ سے باہر دیگر میدانوں میں ان لوگوں نے علی علیہ السلام کو کچھ اسی طرح پایا تھا اوران سے مانوس ہو چکے تھے اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ جب ان لوگوں نے یہ سنا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے سر مبارک پر ضربت لگی ہے تو ان کا کیا حال ہوا؟

پس میں قائد انقلاب اسلامی امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے قبل آپ کی بیماری کی کیفیت کو ذرا سا اس وقت کی کیفیت سے تشبیہ دے رہا ہوں آپ جانتے ہیں کہ جس وقت حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری کی خبر ایران میں پھیلی تو لوگوں کا کیا جوش و ولولہ اور کیا حال تھا بس ایک قیامت، ایک حشر بپا تھا، لوگ ہر طرف دعائیں کر رہے تھے، آنکھیں رو رہی تھیں۔ لگتا ہے آج کوفہ کی بھی ایسی حالت تھی۔ [۱]

---

[۱] حدیث ولایت، ج ۷، ص ۱۵۔ ۱۰

حکومت علوی کی خصوصیات

امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی زندگی پر توجہ کرنا حقیقتاً اس مہینہ کی اہم برکتوں میں سے ایک بہت با اہمیت برکت ہے لوگوں کو کبھی یہ توفیق حاصل نہیں ہو پاتی کہ مختلف زاویہ سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زندگی کا جائزہ لے سکیں اوران کی زندگی کا مطالعہ کرسکیں، چاہے وہ کوئی عام آدمی ہو یا پھر خطیب واعظ ہو، خصوصاً اسلامی مملکت کے ذمہ داران تو آج سب سے زیادہ آپ کو پہچانتے اور آپ کی معرفت کے نیازمند ہیں اور یہ موقع دیگر مہینوں میں بہت کم ہی نصیب ہوتا ہے، جس کی جو بھی ذمہ داری ہو۔اوپر سے نیچے تک تمام عہدداران مملکت اسلامی آج ہرزاویہ اور ہر پہلو سے علی علیہ السلام کی زندگی اوران کی شخصیت کو پہچاننے کیلئے سراپا محتاج ہیں۔

مختلف روایات کے مطابق آنجناب کی عمرشریف، ۵۸ سال سے لے کر، ۶۰، ۶۳ اور ۶۵ سال تک ذکر ہوئی ہے لیکن ۶۳ سال مشہور ہے (یعنی وہی نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن وسال) مگراکثر وبیشتر اسلامی معارف جو آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہیں ان کا تعلق آپ کی چار سال اور نو ۹ ماہ یا دس ۱۰ ماہ کی ظاہری خلافت میں سے ہے کہ یہ خود اپنی جگہ ایک حیرت و استعجاب کا مقام ہے، جسقدر انسان باریک بینی سے کام لیتا ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی دیومالائی داستان پیش ہورہی ہو۔آپ کی زندگی کے مختلف پہلو کہ جس کا تعلق آپ کی پانچ سالہ ظاہری حکومت سے ہے اس کی تصویرکشی ایک عام ذہن کے لئے ناممکن ہے۔

ذرا آپ طول تاریخ میں نظر اٹھا کر دیکھیں ایک حکومت اور حاکم کا کیا کردار رہا ہے اور

لوگوں کا اس کے بارے میں کیا تصور ہے؟ ایک حاکم کے لیے مطلق العنانی، شمشیر بدست ہونا، من مانی کرنا اور جو بھی دنیا کی لذّات ہیں اس سے استفادہ کرنا اس کا ایک حق سمجھا جاتا رہا ہے مصلحت اندیش، سیاست بازی، اور غیر واقع عمل کا لوگ اس سے انتظار رکھتے ہیں اور اگر وہ اس کے برخلاف کوئی عمل انجام دے تو لوگوں کو تعجب ہوتا رہے کیونکہ حکومتیں اسی طرح سے عمل کرتی رہی ہیں اور اس کے بارے میں ایک غلط تصور قائم ہو چکا ہے۔مگر امیر المومنین علیہ السلام کی حکومت وہ حکومت ہے جو ان ساری باتوں کو یکسر غلط ثابت کر دیتی ہے اور حکومت کے ان سارے باطل تصورات کو منسوخ کر دیتی ہے۔

البتہ مکرر آپ نے یہ اظہار فرمایا ہے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا ادنیٰ سا حصہ ہے، امیر المومنین علیہ السلام کے زہد کے بارے میں وہ راوی یوں کہتا ہے، کہ میں نے دیکھا وہ بزرگوار خشک روٹی اپنے گھٹنوں سے توڑ کر تناول فرما رہے ہیں۔

عرض کیا: یا امیر المومنین علیہ السلام! آپ اپنے آپ کو کیوں اس قدر زحمت میں ڈالتے ہیں؟

تو آپ نے بحالت گریہ ارشاد فرمایا: میرے والد (مربی) قربان جائیں اس ذات والا صفات پر جس نے ساری عمر دوران حکومت اپنے شکم کو گیہوں کی روٹی سے پر نہیں کیا اور مراد ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔

یہ ہے امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی اور نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے آپ کی شاگردی کی منزل بہر صورت آپ کی حکومت کے سلسلہ سے جو کچھ بھی تاریخ میں ہے وہ ایک حیرت انگیز شئے ہے اور اگر ان چند سالوں میں آپ کی زندگی کچھ زیادہ نمایاں ہوئی ہے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دشمنوں نے آپ کے بارے میں جان بوجھ کر عیب جوئی اور تہمت والزام تراشی سے کام لیا ہے اور انہیں عیوب والزامات میں سے آپ کے فضائل نکل کر سامنے آ گئے ہیں اور بہت سے حقائق آشکار ہوئے ہیں۔میں آج چند جملے ان بزّرگوار کی حیات طیبہ کے بارے میں بحیثیت

ایک حاکم کے پیش کرنا چاہتا ہوں، البتہ سب سے پہلے مجھے خود آپ کی زندگی سے سبق لینا چاہیے اور اس کے بعد سارے عہدے داران مملکت کو اس سے سبق لینے کی ضرورت ہے اور دیگر حضرات اور ایک عام انسان کو بھی بہت کچھ سیکھنے اور سبق لینے کی ضرورت ہے۔

آپ کی حکومت کی پہلی خصوصیت

اگر ہم امیر المومنین علیہ السلام کی حکومتی زندگی کی خصوصیات "یعنی علی علیہ السلام بحیثیت ایک حاکم" پیش نظر رکھیں تو چند اہم خصوصیتیں آپ کی اس زندگی میں نظر آتی ہیں۔

(۱) **حق کی راہ میں اٹل ہو جانا**۔ اگر اس خصوصیت کو سب سے اہم نہ بھی مانیں پھر بھی آپ کی حیات میں کم از کم ایک نمایاں خصوصیت ضرور ہے آپ کی حکومت میں پہلی چیز جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ حق کو پہچاننے اور اس کے تعین کے بعد، کوئی چیز بھی حق پر عمل کرنے سے آپ کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا:

فَإِنَّهُ خَشِنٌ فِي ذَاتِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ. [1]

یعنی آپ کی ذات ایسی ہے کہ راہ حق میں آپ کے لئے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی، جس جگہ حق کا تعین ہو گیا کسی کی پرواہ کئے بغیر اس پر عمل کرتے ہیں۔

آپ امیر المومنین علیہ السلام کی ساری زندگی اٹھا کے دیکھیں گے تو یہی ایک صفت ہر جگہ کارفرما دیکھائی دے گی، حق کے لئے اٹل ہو جانا، مسند خلافت پر بیٹھتے ہی آپ کی یہی صفت دکھائی دے گی یعنی جب حکومت بنام خدا، برائے خدا اور احکام الٰہی جاری کرنے کے لئے قائم

---

[1] الإرشاد في معرفة حجج الله على العباد / ج 1 / 173 / في حجة الوداع و غدير خم و التهنئة لعلي بالولاية ..... ص: 170

ہوئی تو پھر اس راستے میں کسی مصلحت ومفاد کے بغیر کام کرنا ہے یہ وہ منطق اور اصول ہے کہ جس کو امیرالمومنین علیہ السلام اپنی حکومت میں حتی الامکان رائج کرتے ہیں۔ آپ اگر دشمنان علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا آپ کی یہ صلاحیت اور حق پر اٹل ہوجانا کس قدر اہم ہے۔

حضرت کا تین طرح کے لوگوں سے مقابلہ:

امیرالمومنین علیہ السلام نے تین قسم کے لوگوں سے مقابلے کئے:

(۱)۔**مارقین** یعنی (دین سے نکل جانے والے)

(۲)**ناکثین** یعنی (بیعت کرکے توڑ دینے والے)

(۳)**قاسطین** یعنی (ظلم کرنے والے) اس میں سے ایک گروہ اہل شام سے تھا یعنی اصحاب معاویہ وعمر بن عاص وغیرہ کہ جس میں کچھ تو وہ تھے جو نسبتاً مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک طولانی مدت بھی گزار چکے تھے اور کچھ جدید الاسلام تھے، نومسلم تھے یعنی زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو یا تین سال گزارے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کا زیادہ حصہ نہیں دیکھا بلکہ زیادہ تر آپ کے بعد زندگی کے حصے گزارے، اور کچھ ایسے بھی تھے جو گروہ شام ہی میں رہ کر بھی اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمار ہونے لگے تھے اور یہ سیاسی، مالی، اور امکانات و وسائل کے اعتبار سے کچھ قوی اور باحیثیت لوگ تھے اور حضرت کے مدمقابل میں تھے لیکن حضرت نے اس سب کے باوجود ان کا کوئی پاس ولحاظ نہیں کیا تھا۔

البتہ ایسا بھی نہیں تھا کہ حضرتؑ تنہا حاکم شام کو ہی فاسق سمجھتے تھے اور اس سے جنگ کرنے کے لئے تیار تھے۔ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بہت سے ایسے حکام اور بھی تھے جو ایمان کے لحاظ سے ضعیف تھے اور آپ کی حکومت سے قبل کہیں نہ کہیں کے حاکم تھے امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانے میں بھی وہ اپنے منصب پر باقی رہے جیسے زیاد بن ربیہ ظاہراً یہ شخص

امیر المومنین علیہ السلام کی حاکمیت سے قبل اسی فارس اور کرمان میں حاکم تھا اور حضرت کے زمانے میں بھی حاکم رہا تھا اور جب امام حسن علیہ السلام حاکم وقت ہوئے اس وقت بھی یہ اپنی جگہ برقرار رہا اور بعد میں جا کر معاویہ سے مل گیا۔ لہٰذا آپ کے لیے اصل مسئلہ ظلم و جور تھا اور مسلمانوں کی روشِ زندگی میں تبدیلی لانا تھا اور اسلامی خدوخال کو معین کر کے نئی اور بھلی شکل دینے کا مسئلہ تھا اس لئے امیر المومنین علیہ السلام ظلم وستم کے مقابل ڈٹ گئے اور آپ اس راستے میں کسی بھی مقام ومنصب والے سے متاثر نہیں ہوئے آپ کے سامنے اس سے بھی بڑی ایک مشکل، اصحاب جمل تھے کہ جس میں ایک فرد مسلمانوں کے نزدیک محترم المقام اُم المومنین عائشہ بھی شامل ہیں اور قدیم مسلمانوں میں سے پیغمبر کے دو بزرگ صحابہ طلحہ و زبیر جو پہلے امیر المومنین علیہ السلام کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے اور ان میں سے بعض رشتہ دار بھی تھے جیسے زبیر جو امیر المومنین علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھوپھی زاد بھائی بھی ہے آپ کے مدمقابل جنگ کیلئے کھڑے تھے اور دوسری جانب امیر المومنین علیہ السلام تھے مگر یہاں پر بھی آپ نے اپنے شرعی فریضے پر عمل کیا اور اسی راہ میں اقدام فرمایا۔

جب میں اپنے زمانے میں اسی میزان کو سامنے رکھ کر امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہوں تو پھر مجھے آپ کی زندگی بھی انہی بزرگوں کی زندگی کا عکس نظر آتی ہے، طریقہ وہی روش وہی کسی کو نظر میں رکھے بغیر عمل کرنا امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی کے مطابق آپ کی بھی زندگی تھی۔ علی علیہ السلام کوئی سنگدل انسان نہیں تھے ان سے زیادہ رحم دل، ان سے زیادہ رقیق القلب، گریہ و زاری کرنے والا مگر ان کے لئے جو معاشرے میں پسماندہ تھے جن کا حق مارا گیا تھا) اور کون ہو سکتا ہے۔ مگر جہاں پر حق کو چیلنج کیا جا رہا ہو، امیر المومنین علیہ السلام وہاں اٹل ہو جاتے ہیں جس کی تاریخ میں نظیر تلاش کرنا ناممکن ہے۔

مسئلہ ولایت میں گمراہ گروہ

حقیقتاً امیرالمومنین علیہ السلام ایک بڑی مشکل سے دوچار تھے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جنگ میں دشمن کے مقابلے میں صف آرائیاں احزاب گروہ وغیرہ بالکل واضح تھے ایک طرف کفر تو دوسری طرف ایمان، ایک طرف مشرک تو دوسری طرف توحید والے تھے، شرک بالکل واضح تھا اگر کچھ منافقین تھے بھی تو وہ جانے پہچانے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عصر کے منافقین کو پہچانتے تھے، جو منافقین مدینہ میں تھے وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلے گئے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ط [1]

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ہو۔ حالانکہ اللہ نے انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے (ان کے کفر کی طرف) الٹا پھیر دیا ہے۔

مختلف رنگ و روپ کے منافقین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے لیکن ایک چھوٹی سی بھی غلطی کرتے تو اس کے بارے میں آیت اتر کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتی تھی اور حقائق کھل کر سامنے آجاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے اور لوگ غلطی کو سمجھ جاتے تھے مگر امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانے میں ایک بڑی مشکل ایسے لوگوں کا مدمقابل آجانا ہے جو بظاہر مسلمان ہیں، اسلامی بھیس میں ہیں مگر دین کے بنیادی ترین مسئلے میں گمراہی کا شکار ہیں یعنی خود یہی لوگ جو امیرالمومنین علیہ السلام کے مدمقابل جنگ وجدال کے لئے آتے ہیں۔

ولایت دین کا بنیادی ترین مسئلہ

دین کا بنیادی ترین مسئلہ، ولایت ہے کیونکہ ولایت توحید کی نشانی اور اسی کا پرتو ہے،

---

[1] سورۂ نساء:۸۸

ولایت یعنی حکومت؛ اسلامی معاشرے میں حکومت؛ اصل میں خدا کا حق ہے جسے وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کرتا ہے اور پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ولیّ مومنین تک پہنچاتا ہے اور وہ لوگ اس نکتے میں شک وتردید کا شکار تھے ان کے افکار میں انحراف وکجی پائی جاتی تھی، اگرچہ وہ لوگ لمبے لمبے سجدے بھی کرتے تھے! مگر حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے وہی لوگ جو ولایت امیر المومنین علیہ السلام کو نہیں سمجھ رہے تھے جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام سے روگرداں ہو کر خراسان اور دیگر علاقوں میں بحیثیت نگہبان و پاسبان وطن ہو گئے اور جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی یہ لوگ پوری پوری رات سجدے کیا کرتے یا کئی گھنٹے سجدہ ریز رہتے تھے مگر اس کا فائدہ کیا تھا جب وہ امیر المومنین علیہ السلام (حاکم وقت) کو نہ پہچان سکے، صحیح راہ یعنی توحید و ولایت کا راستہ" نہ سمجھے اور سب کچھ چھوڑ کر سجدوں میں لگ جائے! ایسے سجدہ کی کیا قیمت ہوگی۔

ولایت کے باب میں جو روایات وارد ہوئیں ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے، ایسے لوگ جو ساری عمر عبادتیں کرتے ہیں مگر ولی خدا کو نہیں پہچانتے اور اپنی زندگی اس کی انگلی کے اشارے پر نہیں چلاتے اس کے فرمان کے مطابق نہیں عمل کرتے تو تمام عبادتیں بے فائدہ اور بے کار ہیں۔

وَلَمْ یَعْرِفْ وَلَایَةَ وَلِیِّ اللهِ فَیُوَالِیَهُ وَیَکُونَ جَمِیعُ أَعْمَالِهِ بِدَلَالَتِه.[1]

آخر یہ کیسی عبادت ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام کا کچھ اس طرح کے لوگوں سے سروکار تھا۔

جس ہاتھ کو کاٹ دینا چاہیے:

امیر المومنین علیہ السلام نے یہ عجیب وغریب جملہ ارشاد فرمایا ہے:

أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَیْهِ وَ أَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللهِ فِیهِ فَإِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اسْتُعْتِبَ.

---

[1] المحاسن/ ج1/ 287/ 46 باب الشرائع ..... ص: 286

جس راستے کو میں نے اختیار کیا ہے اگر کوئی شخص اس سے منحرف ہو جائے اور فتنہ وفساد برپا کرے تو میں پہلے اسے نصیحت کروں گا تا کہ اپنے اس عمل سے رک جائے، لیکن اگر اس نے اس سے انکار کیا تو پھر اس کا فیصلہ میری تلوار کرے گی۔

فَإِنْ أَبَى قُوتِلَ.

اسی خطبہ میں فرماتے ہیں:

أَلَا وَإِنِّي أُقَاتِلُ رَجُلَيْنِ [1]

آ گاہ ہو جاؤ! میں دو قسم کے لوگوں سے جنگ کروں گا۔

ایک تو وہ شخص جو کسی چیز جیسے (مال) حق، مقام وغیرہ، کا حق دار نہیں ہے مگر اسے ہتھیانا چاہتا ہے دوسرے وہ آدمی کہ جو اپنی ذمہ داری کو نبھانے میں ٹال مٹول کرتا ہے مثلاً جہاد کرنا اس کا فرض ہے مگر وہ نہیں کرتا یا کسی کو کسی کا حق یا مال ادا کرنا چاہیے اور وہ ادا نہیں کرتا یا مسلمانوں کے ایسے اجتماعی امور جن میں شریک ہونا چاہیے اور وہ شریک نہیں ہوتا:

رَجُلًا ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ وَآخَرَ مَنَعَ الَّذِي عَلَيْهِ. [2]

آپ پوری قوت سے فرما رہے تھے:

وَ قَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ أَهْلِ الْقِبْلَةِ وَ لَا يَحْمِلُ هَذَا الْعَلَمَ إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَ الصَّبْرِ. [3]

یاد رکھو! تمہارے اور اہل قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے۔

---

[1] شرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد/ ج9/ 328/ 174 و من خطبة له ع ..... ص: 328

[2] نهج البلاغة (للصبحي صالح)/ 248/ الجدير بالخلافة ..... ص: 247

[3] نهج البلاغة (للصبحي صالح)/ 248/ الجدير بالخلافة ..... ص: 247

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کب یہ موقع پیش آیا تھا؟

عمار یاسرؓ جنگ صفین میں ایک دفعہ متوجہ ہوئے کہ جیسے لشکر میں کچھ سرگوشیاں ہو رہی ہیں جلدی سے وہاں پہنچے، معلوم ہوا کہ کسی نے آکر سپاہیوں کے درمیان یہ وسوسہ ڈال دیا ہے کہ تم لوگ کن لوگوں کے مقابلہ کے لئے آئے ہو جو نماز پڑھتے ہیں ان کے مقابلے کے لیے، جو خود مسلمانوں میں سے ہیں ان سے لڑنے آئے ہو!

آپ کو یاد ہوگا ایران عراق جنگ میں بھی ایسے نمونے دیکھنے کو ملے ہیں جس وقت ہمارے سپاہی دشمن پر حملہ کر کے انہیں اسیر کر کے لاتے تھے تو ان کی جیبوں میں تسبیح وسجدہ گاہ ہوتی تھی، اس لئے کہ یہ لوگ شیعہ تھے کہ جن کو طاغوت صدام نے اپنے مفاد کے لئے استعمال کیا تھا۔

یاد رکھیں! یہ مسلمان اس وقت تک قیمت رکھتا ہے جب تک خدا کے ارادہ سے اسی کے راستہ میں قدم اٹھائے اگر یہی ہاتھ شیطان کے ارادے سے آگے بڑھے تو پھر اسے کاٹ دینا چاہیے، اور امیر المومنین علیہ السلام نے اس چیز کو بہت اچھی طرح تشخیص دیا تھا۔

عمار یاسر فتنوں کو برملہ کرنے والے

بہرحال معرکہ صفین میں کئی بار سپاہیوں کے درمیان یہی وسوسہ پیدا کیا گیا اور میرے خیال میں عمار یاسر تھے جنہوں نے ہر بار اس فتنہ کو برملہ کیا اور عمار کہہ رہے تھے کہ جھگڑا نہ کرو بلکہ حقیقت کو پہچانو یہ پرچم جو تمہارے سامنے نظر آرہا ہے میں نے دیکھا ہے یہی پرچم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں آیا تھا اور جو لوگ اس پرچم تلے اس وقت نظر آرہے ہیں اس وقت بھی یہی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی جنگ کرنے آئے تھے اور پھر "امیر المومنین علیہ السلام کے پرچم کی طرف" اشارہ

کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے ایک اور علم بھی دیکھا ہے جو اس پرچم کے مدمقابل تھا اور اسی کے نیچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ شخص یعنی امیرالمومنین علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے، تو آخر کیوں پہچاننے میں غلطی کررہے ہو؟ کیوں حقیقت کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے؟

اس خطاب سے عمارؓ کی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، بصیرت ایک نہایت اہم شئے ہے، میں نے تاریخ کو کھنگالا لیکن یہ کردار مجھے فقط عمار ہی کا دکھائی دیا، عمار جن جن مواقع پر حقائق سے پردہ اٹھانے کے لئے پہنچے ہیں میں نے اسے کہیں لکھا ہے جو اس وقت میرے ہاتھ میں نہیں کہ میں آپ کے سامنے پیش کرسکوں۔

خداوند کریم نے اس مرد کو زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امیرالمومنین علیہ السلام کے دور کے لئے ذخیرہ کر کے رکھا تھا کہ وہ اس دوران حقائق کو سب کے سامنے آشکار کریں اور ظلمت کا پردہ چاک کر کے نور کی طرف لوگوں کی رہنمائی کریں۔

خوارج کون تھے؟

میں خوارج کے سلسلہ میں بہت زیادہ حساس ہوں، ماضی میں ان کے بارے میں کافی مطالعہ بھی کیا ہے انہیں خشک مقدس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن تعبیر غلط ہے خوارج اس قسم کے لوگ نہیں ہیں اس لئے کہ جو خشک ومقدس مآب ہوگا وہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرے گا اسے کسی سے کیا لینا دینا، کہاں یہ اور کہاں خوارج؟ خوارج تو فسادی تھے، قتل وغارت کرتے تھے، شکم پارہ پارہ کرتے تھے اور چوری چکاری بھی ان کا ایک معمول کا کام تھا، آخر ان کے بارے میں یہ کیسے مشہور کردیا ہے کہ خشک مقدس مآب تھے۔ اگر وہ گوشہ نشین بھی ہوتے تو پھر امیرالمومنین علیہ السلام کو ان سے کیا مطلب ہوتا وہ تو انہیں ہاتھ بھی نہ لگاتے؟ خوارج سے جنگ کے دوران عبداللہ بن

مسعود کے ساتھیوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا:

"لا لك ولا عليك"

نہ تو اس جنگ میں آپ کے ساتھ ہیں نہ آپ کے خلاف،

اب خدا جانے کہ خود عبداللہ بن مسعود بھی انہی کہنے والوں میں سے ہیں یا نہیں مجھے کچھ ایسا ہی لگتا ہے کہ وہ خود بھی اس قول میں شریک تھے اور امیر المومنین علیہ السلام سے کہا اگر آپ کفار واہل روم وغیرہ سے جنگ کرنے جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہیں لیکن اگر آپ مسلمانوں "اہل بصرہ واہل شام" سے لڑنے کے لیے جائیں گے تو پھر نہ ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے نہ آپ کے خلاف جنگ کریں گے۔ اب ذرا بتائیں امیر المومنین علیہ السلام ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک انجام دیں؟

کیا امیر المومنین علیہ السلام نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا؟ ہرگز نہیں، حتیٰ آپ ان کے ساتھ بداخلاقی سے بھی پیش نہیں آئے۔ خود ان لوگوں نے آپ کے سامنے پیشکش کی کہ ہمیں سرحدوں کی پاسبانی کے لیے بھیج دیں، امیر المومنین علیہ السلام نے قبول کرلیا اور ان کو سرحدوں کی نگہبانی پر لگا دیا، بعض کو خراسان کی طرف بھیج دیا یہی ربیع بن خثیم، جو مشہد میں خواجہ ربیع سے شہرت رکھتے ہیں، جیسا کہ نقل کرتے ہیں انہی افراد میں سے ایک ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ان مقدس مآب لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

یہ دراصل جہل مرکب کا شکار تھے یعنی ایک غلط دید کی بناء پر دائرہ دین کو نہایت تنگ سمجھتے تھے اور پھر اس تنگ نظری کے ساتھ عمل بھی کرتے تھے اس راہ میں چوری بھی کرتے تھے قتل وغارت سے بھی انہیں دریغ نہیں تھا اور جنگ وجدال بھی کرتے تھے: البتہ جو ان کے سردار اور رئیس تھے وہ اپنے آپ کو پیچھے رکھتے تھے، اشعث بن قیس اور محمد بن اشعث جیسے لوگ ہمیشہ مورچے کے پیچھے پیچھے دکھائی دیتے تھے اور ان کے آگے آگے کچھ جاہل نادان، ظاہر بین تھے جن کے ذہن غلط باتوں سے پُر ہیں اور ان کے ہاتھ میں تلوار بھی تھی انہیں آگے آگے بڑھا دیا

گیا اور یہ لوگ آگے بڑھ بھی گئے وہ تلوار چلاتے تھے، قتل کرتے تھے مارے بھی جاتے تھے۔ ابن ملجم کے بارے میں کوئی خیال نہ کرے کہ یہ کوئی عقلمند آدمی تھا بلکہ یہ ایک احمق آدمی تھا جس کا ذہن امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف بھر دیا گیا تھا وہ کافر ہو گیا تھا اسے علی علیہ السلام کے قتل کے لیے کوفہ بھیجا گیا، اتفاقاً اس ماموریت کے ساتھ ایک عشقیہ حادثہ بھی پیش آ گیا اور وہ اپنے اس ناپاک ارادے میں اور مصمّم ہو گیا یہاں تک کہ وہ خیانت انجام دی۔ تو خوارج اس قسم کے لوگ تھے جو بعد میں بھی اسی طرح سے رہے۔

خوارج کے ایک فرد سے حجاج بن یوسف کا مناظرہ

آپ جانتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ایک نہایت سفاک، اور قسی القلب خونخوار حاکم تھا جس کے ظلم و بربریت کی مثال نہیں ملتی شاید صدام کی طرح تھا اتفاقاً وہ بھی عراق پر حکومت کر رہا تھا! البتہ صدام کی ظالمانہ روش ترقی یافتہ ہے! اس کے پاس قتل و شکنجے کے جدید اسباب و سائل ہیں اور اس کے پاس نیزہ، شمشیر تیغ و تیر جیسی چیزیں نہیں، حجاج بن یوسف کے اندر کچھ خصوصیتیں بھی تھیں مثلاً اس کا شمار فصیح و بلیغ افراد میں ہوتا تھا کہ الحمد اللہ موجودہ حکام ان کمالات سے بھی عاری ہیں۔

اُس نے منبر سے جو خطبے پڑھے ہیں جاحظ نے "البیان والتبین" میں اسے نقل کیا ہے، وہ حافظ قرآن تھا مگر ایک خبیث النفس انسان بھی تھا عدل و انصاف اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام کا دشمن بھی تھا ایک عجیب آدمی! انہی خوارج میں سے کسی ایک کو حجاج کے پاس لے کر آئے حجاج اس کے بارے میں پہلے سے جانتا تھا کہ وہ حافظ قرآن ہے لہٰذا اس سے سوال کیا:

"اَجَمَعْتَ الْقُرْاٰنَ"

قرآن کو جمع کر رکھا ہے؟

اس کی مراد تھی کہ کیا قرآن کو اپنے ذہن میں یونہی جمع کر رکھا ہے۔

اگر آپ اس کے تیز وتند جوابات پر توجہ کریں تو آپ لوگوں کو اس کی طبیعت اور مزاج کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

اس نے جواب دیا:

"أصفر قاً كان فاجمعه"

کیا قرآن پھیلا ہوا تھا کہ میں اسے جمع کرتا؟

جبکہ وہ (خارجی) اس کے مقصد سے واقف تھا مگر اسے جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔

حجاج اپنی تمام شدت وقساوت کے باوجود اسے برداشت کر رہا تھا اور پھر کہا:

"أفتحفظه"

کیا قرآن حفظ کرتے ہو؟

اس نے جواب دیا:

"أخشيتُ فراره كاحفظه"

کیا اس بات کا خوف تھا کہ وہ کہیں فرار نہ کر جائے جو اسے محفوظ کر لیتا؟

ایک اور جواب اس نے سنا! اس نے پوچھا:

"ما تقول في امير المومنين عبدالمالك"

عبدالمالک بن مروان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

عبدالمالک بن مروان خبیث جو اموی خلیفہ تھا، اس خارجی نے کہا "لعنه الله ولعنک معه" خدا اس کے ساتھ تم پر بھی لعنت کرے!

ذرا دیکھیں یہ وہ لوگ تھے جو بغیر کسی تکلف، بالکل صراحت کے ساتھ، شدت پسندی سے گفتگو کرتے تھے۔

حجاج غصہ دبا کر کہتا ہے: تو مارا جائے گا لہٰذا یہ بتا کہ تو خدا سے کس حالت میں ملاقات

کرے گا؟

اس نے جواب دیا:

"القی اللہ بعملی و تلقاہ انت بدمن"

میں خدا سے اپنے اعمال کے ساتھ ملوں گا اور تو میرے خون کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے گا!

آپ ذرا ملاحظہ تو کریں، اس جیسے افراد کا مقابلہ کوئی آسان کام نہیں ہے اگر ایک عام آدمی انہیں دیکھے گا تو ان کا گرویدہ ہو جائے گا، ایک بے بصیرت اگر ان کے اعمال و افعال کو دیکھے تو پھر انہی کا ہو جائے گا، جیسا کہ خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں بھی ایسے اتفاقات ہوئے۔

جنگ نہروان

ایک روایت کے مطابق، جنگ نہروان کے زمانے میں ایک دن امیر المومنین علیہ السلام اپنے ایک صحابی کے ساتھ چہل قدمی کر رہے تھے، وہیں کہیں نہروان کے قریب، نیمہ شب میں تلاوت قرآن کی آواز سنائی دی، کوئی ایک دردناک، آواز میں خوبصورت انداز سے قرآن پڑھ رہا تھا، جو صحابی امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا کہنے لگا: کاش میں اس کے بدن کا ایک بال ہوتا، کیونکہ سوائے بہشت کے اس شخص کا کوئی ٹھکانا ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت نے تقریباً اس جیسا جملہ ارشاد فرمایا کہ تھوڑا صبر کرو اس قدر جلدی فیصلہ نہ کرو، اور یہ واقعہ گزر گیا یہاں تک کہ نہروان کی جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں یہی، شدت پسند، بدزبان، متعصب غصہ ور خارجی، ہاتھ میں تلوار لیے مسلح ہو کر امیر المومنین علیہ السلام کے مقابلے میں آ گیا، حضرت علیہ السلام نے فرمایا: جو میدان سے چلا جائے یا اس علم کے نیچے پناہ لے لے گا میں اس

سے جنگ نہیں کروں گا اور آپ کے اس اعلان پر کچھ آئے بھی لیکن تقریباً چار ہزار لوگ رہ گئے پھر آپؑ نے اس جنگ میں ان تمام لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا اور لشکر کے دس لوگ ہی زندہ بچے بقیہ سب کے سب قتل ہو گئے، اس جنگ میں امیر المومنین علیہ السلام فاتح قرار پائے جبکہ اس میں بہت سے مقتولین اہل کوفہ تھے یا کوفہ کے قرب و جوار کے رہنے والے تھے۔ وہی لوگ جو صفین و جمل میں حضرت کے ساتھ ہم رزم رہ چکے تھے اور اس کے بعد ان کے ذہن بھٹک گئے تھے زمین پر ان کے لاشے یونہی بکھرے ہوئے تھے اور حضرت ایک خاص کیفیت کے ساتھ ان کے درمیان میں چہل قدم فرما رہے تھے، اس کے باوجود کہ وہ سب مر چکے تھے مگر حضرت ان سے [حکمت کی ایک تہ اپنے اندر سموئے ہوئے] گفتگو فرما رہے تھے اس کے بعد ایک مقتول کے قریب پہنچے اور فرمایا: اسے ذرا پلٹو،

جب اسے پلٹا گیا تو آپ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور اس صحابی سے کہ جو ایک شب ان کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا خطاب کر کے فرمایا: کیا تم اس مقتول کو پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: نہیں ؛ یا امیر المومنین علیہ السلام!

فرمایا: یہ وہی شخص ہے جو اس رات کو اس طرح دردناک انداز میں تلاوت قرآن کر رہا تھا اور تم تمنّا کر رہے تھے کہ کاش تم اس کے جسم کا ایک بال ہوتے!

وہ اس طرح سوز و گداز سے تلاوت قرآن کر رہا تھا مگر قرآن مجسم (علی علیہ السلام) سے لڑنے کیلئے آیا تھا علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایسے لوگوں سے جنگ کی اور انہیں قلع قمع کیا، البتہ خوارج مکمل طور پر قلع قمع نہیں ہوئے اور ہمیشہ ایک محکوم اقلیت کی حیثیت سے باقی رہے۔ وہ معاشرہ پر تو مسلط نہیں ہو سکے مگر ان کا مقصد اس سے کہیں زیادہ وسیع اور آگے کا تھا جو پورا نہیں ہو سکا۔

استقامت کے لیے بصیرت لازمی ہے

میں ہمیشہ سے تکرار کرتا رہا ہوں کہ اگر کوئی قوم حالات کا تجزیہ وتحلیل کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے تو وہ شکست کھا جائیگی، اصحاب امام حسن علیہ السلام تجزیئے کی صلاحیت سے محروم تھے وہ یہ نہیں سمجھ سکے تھے کہ ماجرا کیا ہے اور ان کے ساتھ کیا چال چلی جا رہی ہے، (اسی طرح) اصحاب امیر المومنین علیہ السلام بھی حالات کو نہیں سمجھتے تھے کہ جنہوں نے آپ کو خون دل پینے پر مجبور کیا، وہ سب کے سب آپ کے دشمن نہیں تھے، لیکن اس میں سے بہت سے ایسے تھے جیسے خوارج، جو پوری طرح واقعات کو سمجھنے سے قاصر تھے ان کے اندر تجزیہ وتحلیل کی قوت مفقود تھی ایک بدجنس ایک ناکارہ شخص ادھر ادھر نکل آتا تھا اور لوگوں کو ایک طرف کھینچ لیتا تھا، سنگ میل کو کھو بیٹھتے تھے اور راستے سے بھٹک جاتے تھے، راستہ چلتے وقت ہمیشہ سنگ میل پر نظر رکھنی چاہیے اگر سنگ میل نظروں سے اوجھل ہو گیا تو یاد رکھیئے بہت جلد راستے سے بھی بھٹک جائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے تھے:

وَلَا يَحْمِلُ هَذَا الْعَلَمَ إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَ الصَّبْرِ. [1]

سب سے پہلے بصیرت، ہوشمندی، ہوشیاری، تجزیہ وتحلیل اور فہم ودرک کی صلاحیت حاصل کرنا پھر اس کے بعد صبر واستقامت سے کام لینا چاہیے جو واقعات پیش آرہے ہیں اس سے بہت جلد دل برداشتہ نہ ہو، حق کا راستہ بہت دشوار گزار راستہ ہے۔

دنیا کے سارے ظالمین اور طاقتور آئے اور کچھ نہ کچھ باطل کے لشکر میں انہوں نے اور اضافہ ہی کیا طول تاریخ اور ہمارے زمانے میں بھی سارے شیطان صفت انسان آئے اور اس باطل کے بند کو (جو امیر المومنین علیہ السلام اور بندگان خدا کے راستہ میں حائل تھا) کو اور قوت بخشی جب

[1] نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۳

کہ حق انسانوں کے راستے میں حائل اس بند اور اس ٹیلے کو ہٹا دینا چاہتا ہے جو خود اپنی جگہ کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ ایک مشکل امر ہے جو صبر و تحمل کے ساتھ ساتھ سعہ صدر اور اپنی روحانی قوت کی طرف رجوع کرنے کے علاوہ اپنے اندرونی چشمے کے ابلنے کا مطالبہ کرتا ہے، تاکہ انسان حق کی ڈگر پر چل سکے، البتہ راہ حق پر چلنے کی کوشش زندگی کو لذیذ بنا دیتی ہے، ایک ایسی زندگی جس میں ظلم و زیادتی، زور و زبردستی نہ ہو، کوئی چیز الگ سے اس پر تھوپی نہ جائے ایک ایسی زندگی جس میں انسان کے اعمال پر شیطان کا بسیرا نہ ہو، بلکہ اس کی زندگی روحانیت اور معنویت سے لبریز ہو۔

حکومت امیرالمومنین علیہ السلام کی دوسری خصوصیت

آپ کی زندگی کا ایک دوسرا پہلو زہد و پارسائی ہے جس کے لئے خود ایک مفصل گفتگو کی ضرورت ہے، واقعاً امیرالمومنین علیہ السلام کا زہد عجیب و غریب ہے البتہ میں نہیں بلکہ خود امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم جیسے معمولی لوگوں سے اس قسم کے زہد و پارسائی کی توقع نہیں کی جاسکتی، خود آنجناب تک نے یہ بات فرمائی ہے۔

اپنے "عہدہ صدارت" سے چند سال قبل میں نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ ہم لوگوں سے اس زہد کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے کیونکہ ہم اس پر قدرت بھی نہیں رکھتے اس کے بعد ایک شخص نے مجھے خط لکھا کہ چونکہ آپ یہ صفت نہیں اپنانا چاہتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ ہم لوگوں سے اس (زہد علوی) کا تقاضا نہیں کیا گیا ہے! نہیں حقیقت میں موضوع یہ نہیں کہ میں چاہوں یا میں کہوں بلکہ ہم جیسے لوگ اس سے کہیں حقیر و کم تر ہیں کہ ان بلند مرتبہ صفات و محاسن علوی کو اپنا سکیں۔ انسان تو بہت ضعیف و ناتواں ہے خود امیرالمومنین علیہ السلام نے بھی کبھی اپنے اہل و عیال پر اسے نہیں تھوپا، تنہا علی علیہ السلام تھے جو اس صفت کے حامل تھے حتیٰ خود امام حسن علیہ السلام و

امام حسین علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کی اس صفت میں ان کے مانند نہیں تھے اور نہ ہی آپ کی ازواج میں کسی کو یہ رتبہ حاصل ہوسکا، تاریخ میں کہیں نہیں ملتا کہ آپ اپنے گھر میں اس طرح سے زندگی گزارتے تھے یہ تو بس امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی کا خاصہ تھا۔ اس طرح کہ حضرت کی غذا ایک تھیلی میں مہر زدہ ہوتی تھی اور اسے آپ دسترخوان پر لاکر رکھتے اس میں سے کچھ تناول فرماتے پھر اسی طرح سیل کرکے کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیتے تھے گھر کے اندر آپ کی ایک عام زندگی تھی، آپ کی شخصیت حقیقتاً عام انسانوں کی سطح سے بلند و بالا ہے، کس کے اندر اتنی قوت ہے جو آپ کی طرح زندگی گزار سکے؟ آپ کی زندگی میں عجیب و غریب درس پوشیدہ ہے اور یہ اس لئے ہے تاکہ ہم لوگ زندگی گزارنے کے لیے صحیح سمت کو اپنے لیے معین کرسکیں۔

میں نے خود مرحوم علامہ طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے اسے کہیں لکھا بھی ہے یا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں امام جب کسی کو اپنی طرف بلا رہے ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ جیسے کوئی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوکر پہاڑی کے دامن میں موجود لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہو اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ سکتے ہیں بلکہ بلانے والے کا مقصد یہ ہے کہ راستہ ادھر سے ہے، کوئی نشیب اور درے میں نہ گر جائے۔ یعنی اگر کوئی چلنا چاہتا ہے تو وہ ٹھیک راستے پر چلے، راستہ یہ ہے۔

زہد کی طرف قدم بڑھایئے

برادران ایمانی! امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ کاروان سفر کو زہد کی طرف چلنا چاہیے۔ اگر آج اسلامی جمہوریہ ایران میں کہیں ہم یہ احساس کریں کہ زندگی کا رخ اشرافیت کی طرف ہے تو زندگی میں یہ ایک انحراف ہے، پھر اس سے راہ فرار نہیں ہے لہٰذا ہمیں زہد اپنانا چاہیے میرا مطلب یہ نہیں کی عالی ترین مرتبہ زہد کو ہم حاصل کرلیں جو اولیائے الٰہی کا خاصہ رہا ہے،

نہیں میں یہ نہیں کہنا چاہتا، درجہ اول کے حکومتی عہدہ داران، درجہ دو کے صاحبان منصب اور اس کے بعد والے سارے ذمہ داران وعہدہ داران مملکت اپنی حد وتوانائی کے لحاظ سے زہد و پارسائی اختیار کریں یہاں تک کہ عوام الناس بھی اشرافیت کی طرف نہ جائیں وہ بھی پارسائی اختیار کریں۔ ایسا نہیں ہے کہ صرف ذمہ داران مملکت کو ہی زاہد و پارسا ہونا چاہیے۔

میں نہیں کہتا کہ حرام ہے مگر یہ حق مہر کی لمبی لمبی رقوم جو لڑکیوں کے عقد نکاح میں قرار دی جا رہی ہیں، سراسر غلط اور ایک اسلامی معاشرے کے لیے بری ہیں کیونکہ انسانی اقدار کو سونے چاندی اور سکوں کے زیر سایہ لے آتی ہیں اس طرح انسانی قدریں پامال ہوکر رہ جاتی ہیں۔جس کی ایک اسلامی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حلال کیا ہے آپ اسے حرام قرار دے رہے ہیں تو آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم بھی اسے حرام قرار نہیں دیتے ذرا ملاحظہ تو کیجیے! کہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس حلال کو انجام نہیں دیا ہے، دوسری جانب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے محدود بھی نہیں کرنا چاہا اور اسے محدود بھی نہیں قرار دیا اگر آپ کا جی چاہتا ہے تو جایئے ساری کمائی جہیز اور مہر پر خرچ کر دیجئے مگر بحث تو اس جگہ ہے کہ آخر یہ عمل عاقلانہ بھی ہے یا نہیں آپ کا یہ عمل اسلامی قوانین کے مطابق بھی ہے یا نہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کو اسی طرح خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کو ۲۵ اوقیہ چاندی (کی ایک مقدار جو اس زمانے میں رائج تھی) پر ان کے شوہروں کے گھر رخصت کیا ہے۔

اس طرح ذاتی زندگی میں اشرافیت کا رواج ظواہر پرستی اور نمائش ایک غلط چیز ہے کبھی کبھی ممکن ہے لازم ہو کہ ایک عمومی جگہ کو اچھی طرح سجایا جائے ایک میدان کو بہترین انداز سے خوبصورت رنگ و روپ دیا جائے تو ضرورت کے تحت یہ بات بری نہیں ہے مگر موضوع بحث ہماری اور آپ کی زندگی ہے اس میں یہ چیز غلط ہے۔

حکمرانوں کو زہد کا سبق

یہ امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی ہے کہ جس کی آپ لوگوں کو تعلیم بھی دیتے تھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کسی کو حاکم بنا کر کہیں بھیجنا چاہتے تھے تو اس سے خطاب کر کے فرمایا: کل نماز ظہر کے بعد تم میرے پاس آؤ تم سے کچھ کہنا ہے، یہ آج بھی رائج ہے کہ اگر کسی کو حاکم بنا کر کہیں بھیجنا ہوتا ہے تو اسے بلا کر جو کچھ ضروری نصیحت وغیرہ کرنا ہوتی ہے اس سے وہ نصیحت کرتے ہیں۔

اس شخص کا بیان ہے کہ میں دوسرے دن اسی چبوترے پر [جسے امیر المومنین علیہ السلام نے کوفے میں قضاوت وغیرہ کے لئے انتخاب کیا تھا] پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے سامنے ایک خالی پیالہ اور ایک کوزہ آب رکھا ہوا ہے تھوڑا وقت جب گزرا آپ نے اپنے خادم کو بلایا اور اس سے کہا کہ جا کر آپ کا تھیلا اٹھا لائے، میں نے دیکھا تھوڑی دیر بعد وہ ایک سیل بند تھیلی ہاتھ میں لئے حضرت کے پاس آیا، سوچا چونکہ حضرت نے مجھے امانت دار سمجھا ہے اس لیے وہ مجھے کوئی گرانقدر قیمت گوہر دکھانا چاہتے ہیں یا یہ کہ کوئی امانت میرے حوالے کریں گے یا اس کے بارے میں کوئی حکم فرمائیں گے۔

وہ کہتا ہے حضرت نے اس کی سیل توڑی اور اس تھیلی کو اپنے سامنے رکھا میں نے دیکھا اس میں کچھ مقدار میں "ستو" ہیں، آپ نے اپنے ہاتھ سے اس ستو کو پانی میں ڈالا اور اسے تیار کیا اور دوپہر کا کھانا اسی سے تناول فرمایا۔ مجھ سے بھی کھانے کے لیے کہا وہ کہتا ہے مجھے حیرت ہوئی عرض کی: یا امیر المومنین علیہ السلام! آپ آخر اتنی بڑی حکومت رکھتے ہوئے ایسا کیوں کرتے ہیں؟ گندم و جو اور دنیا کی نعمتیں آپ کی سلطنت عراق میں کم نہیں ہیں پھر آپ ایسا کرتے ہیں؟ کیوں آپ نے اس تھیلی کو اس طرح سیل بند کیا تھا؟!

حضرت علیہ السلام نے فرمایا:

وَ اللّٰهِ مَا أَخْتِمُ عَلَيْهِ بُخْلًا بِهِ

قسم بخدا میں نے اس تھیلی کو بخل کی وجہ سے سیل بند نہیں کیا ہے تا کہ کوئی اس سے نہ کھا سکے:

وَ لَكِنِّي أَبْتَاعُ قَدْرَ مَا يَكْفِينِي.

فقط میں اپنی ضرورت پر اس سے استفادہ کرتا ہوں:

فَأَخَافُ أَنْ يَنْقُصَ فَيُوضَعُ فِيهِ مِنْ غَيْرِهِ.

مجھے اس بات کا خوف تھا کہ کہیں کوئی اس میں میرے خریدے ہوئے ستو کے علاوہ کچھ ملا نہ دے:

وَ أَنَا أَكْرَهُ أَنْ أُدْخِلَ بَطْنِي إِلَّا طَيِّباً.

اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ طیب و طاہر غذا کے علاوہ کوئی اور شی میرے شکم میں داخل ہو۔ میں پاک و پاکیزہ غذا کھانا چاہتا ہوں، جسے خود اپنے زورِ بازو سے اور اپنی کمائی سے حاصل کیا ہے کہ جس میں کسی اور کا پیسہ نہ لگا ہو۔

حضرت علیہ السلام اپنے اس عمل سے اس ہونے والے حاکم کو سبق سکھانا چاہتے ہیں۔

ذرا غور تو کیجئے آپ اس سے یہی بات مسجد میں بھی کہہ سکتے تھے مگر نہیں، آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسے خود وہاں تک کھینچ لائے تا کہ یہ منظر بچشم خود دیکھ لے تا کہ اسے سمجھائیں کہ دیکھو تم کہیں کے حاکم بن کر جارہے ہو کچھ لوگ تمہارے زیر قدرت ہوں گے ان کے اموال ان کی جان ناموس کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے کہیں تم اپنے آپ کو مطلق العنان حاکم نہ سمجھ بیٹھنا، توجہ رکھو، اس کے بعد فرمایا:

فَإِيَّاكَ وَ تَنَاوُلَ مَا لَا تَعْلَمُ حِلَّهُ.[1]

---

[1] كشف الغمة في معرفة الأئمة (ط - القديمة) / ج1 / 175 / في وصف زهده في الدنيا و سنته في رفضها و قناعته باليسير منها و عبادته ..... ص: 162

مبادا جس چیز کے حلال ہونے کا تم کو علم نہیں ہے اسے کھانے لگو یا اُسے لے لو اس لئے کہ تناول تنہا کھانے پینے ہی کو نہیں کہتے، اس لیے جب تک تمہیں کسی چیز کے حلال ہونے کا پورا یقین نہ ہو جائے اسے قطعاً اپنے اختیار میں نہ لو اور اسے ہرگز استعمال نہ کرو۔

یہ ہے امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی کی کیفیت اور یہ ہے ان کا زہد اور ان کے زہد سے درس عمل، ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے (کسی جنگ یا کسی سفر میں) دیکھا حضرت استراحت کر رہے ہیں اور ایک نازک سی چادر ان کے جسم کے اوپر ہے جبکہ ٹھنڈک کی وجہ سے ان کا جسم کانپ رہا ہے، میں نے کہا: یا امیرالمومنین علیہ السلام آپ کیوں کانپ رہے ہیں؟ ہوا سرد ہے جسم پر کچھ اور ڈال لیجئے۔

فرمایا: میں تمہارے اموال سے کچھ لینا پسند نہیں کرتا یہی چادر جو مدینہ سے لے کر آیا ہوں میرے لیے کافی ہے!!

یہ ہیں امیرالمومنین علیہ السلام کی حیات کے کچھ جھروکے، وہ گویا پہاڑ کی چوٹی پر ہیں اور ہم جیسے لوگ بالکل نشیب میں کھڑے ہیں لہٰذا اسی سمت میں چلیں جہاں وہ ہمیں بلا رہے ہیں، یہ ہے امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی سے سبق کا مطلب المختصر جس قدر بھی ہم آپ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں، ہمارے لیے وہ سب کچھ سبق آموز ہے۔ [1]

[1] بحارالانوار ج ۴۰، ص ۳۳۵۔ حدیث ولایت۔ ج ۷، ص ۵۵

اثبات غدیر،فضائل وکمالات

احادیث متواترہ کے مطابق غدیر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے جوعظیم مظاہرہ ہوا اُس کے مختلف پہلو تھے،

غدیر کا ایک پہلوفضیلت وبزرگی مولا علی علیہ السلام

ہر چند امیر المومنین علیہ السلام کی فضیلت و بزرگی اس کا ایک پہلو ہے لوگ بھی آپ کے ان فضائل وکمالات کو جانتے تھے اور نزدیک سے آپ کے وجود میں اس کا مشاہدہ کرتے رہے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور درحقیقت مشیت الٰہی بھی انہیں کمالات کو معتبر سمجھ رہی تھی لہٰذا انہیں اقدار کی بنیاد پر نبی گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ولایت وحکومت کی داغ بیل ڈالی گئی اور لوگوں کو یہ پتہ چل گیا کہ نبی کے بعد کی قیادت اور اسلامی حکومت بھی وہی اپنے ہاتھوں میں لے سکتا ہے کہ جس کے اندر یہ سارے اقدار موجود ہوں اس لیے اس دن پیغمبر کو علی علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی لوگ پہلے سے آپ کے فضائل وکمالات سے باخبر تھے"ابن ابی الحدید" کہتے ہیں:

لوگوں کے لیے علی علیہ السلام کے فضائل اس قدر واضح تھے کہ مہاجرین وانصار میں سے کسی کو اس بات میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں تھا کہ علی علیہ السلام ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہوں گے یعنی لوگوں کے لیے خلافت و نیابت علی علیہ السلام ایک مسلّمہ حقیقت تھی، اور دوسری جگہوں پر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ ارشاد فرمایا تھا اس سلسلے میں

جو روایات ہم شیعوں کے اور اہل سنت کے توسط سے وارد ہوئیں ہیں وہ سب متواتر ہیں۔آپ کے فضائل شیعہ وسنّی دونوں نے تواتر سے نقل کئے ہیں اور یہ بات تنہا شیعوں سے مخصوص نہیں ہے،

یہاں تک کہ قدیم مورخین میں سے ایک مشہور مورخ ابن اسحاق (مشہور ومعروف کتابِ سیرۃ کے مصنّف) نقل کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین علیہ السلام سے خطاب کرکے فرمایا:

اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے بارے میں وہی کچھ کہیں جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ماننے والے ان کے بارے میں کہہ رہے تھے تو تمہارے بارے ایسی باتیں میں بیان کرتا کہ تم جہاں جہاں سے گزرتے لوگ تمہارے قدم کی خاک کو تبرک سمجھ کر اٹھاتے۔

میں نے تو نہیں دیکھا ہے البتہ ممکن ہے یہ روایت شیعوں سے بھی نقل ہوئی ہو اور کس قدر توجہ کے قابل ہے کہ خود"ابن ابی الحدید" "ابن اسحاق" سے یہ بات نقل کرتے ہیں یعنی آج وہ لوگ جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں امیرالمومنین علیہ السلام کے بحیثیت خلیفہ منصوب ہونے کے بھی قائل نہیں ہیں وہ لوگ آپ کے یہ فضائل نقل کررہے ہیں۔

یہ خود غدیر کی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے یعنی ان فضائل وکمالات کا اثبات اور یہ کہ یہی فضائل وکمالات ایک اسلامی معاشرے میں حکومت کے لیے اقدار کی حیثیت رکھتے ہیں۔خود غدیر کا یہ پہلو بہت اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ازنظر وحی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت ایک ایسی حقیقت ہے جو اقدار کی تابع ہے کسی دوسری چیز کی تابع نہیں ہے جو اپنی جگہ پر خود ایک اسلامی قانون اور (اصل) کی حیثیت رکھتا ہے۔

غدیر کا دوسرا پہلو مسئلۂ ولایت

حدیث غدیر اور واقعہ غدیر کا ایک دوسرا پہلو خود ولایت کا مسئلہ ہے یعنی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے) "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ"[1] کے اعلان کے ذریعے حکومت کی ایک دوسری تعبیر ہے کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق حاکمیت کو ایک فرد معین سے مخصوص کرتے ہیں تو اس کے لیے مولا کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس ولایت کو اپنی ولایت کے مساوی قرار دیتے ہیں اور خود یہی مفہوم جو ولایت کے اندر پایا جاتا ہے اپنی جگہ نہایت اہمیت رکھتا ہے یعنی اسلام، ولایت کے اس مفہوم سے ہٹ کر (جو کہ ایک جمہوری مفہوم کے ساتھ تمام انسانوں کے حقوق کی رعایت کا ذمہ دار ہے) لوگوں کے لیے کسی اور حکومت کا قائل نہیں ہے۔ جو لوگوں کا حاکم اور ولی ہے، وہ بحیثیت سلطان ایک مطلق العنان صاحب قدرت وحکومت کے عنوان سے نہیں پیش ہوا ہے کہ وہ حاکم ہونے کی حیثیت سے جو چاہے کرے بلکہ اس کو اس حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کا سرپرست اور ولی امر مسلمین ہے اور اس کو یہ حق اس لحاظ سے دیا گیا ہے، لہٰذا اسلام میں حکومت ایک ایسی چیز ہے جس کا بادشاہت اور سلطنت سے ہرگز کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے"

جمہوری ترین حکومت

اگر ولایت کا یہ مفہوم اور سرپرست اور والی اسلام کے لیے اسلام نے جو فرائض منصب کی شرائط رکھی ہیں اسے شگافتہ کریں۔ تو اس باب میں معصومین کے ارشادات وفرمودات میں بہت سے سبق ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام کے اس خط میں جسے آپ نے مالک اشتر کے نام لکھا

[1] بحارالانوار۔ ج ۳۵، ص ۲۸۲

تھا بہت سی نصیحتیں اور اہم مضامین پائے جاتے ہیں۔ اور ان سب کے مطالعے کے بعد ہمیں یہ اندازہ ہوگا کہ جمہوری ترین حکومت اسی کو کہتے ہیں کہ جسے ہم آئمہ ہدیٰ علیہم السلام اور امیر المومنین علیہ السلام کے ارشادات وفرمودات اور ان کی سیرت میں دیکھ رہے ہیں انسانی تمدن و ثقافت میں یعنی طول تاریخ میں سارے آزادی طلب انسانوں کی فرہنگ وثقافت میں کوئی ایسی چیز جو حکومت میں بری سمجھی جاتی ہو۔ ولایت کے اس مفہوم میں کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔

ولایت اسلامی، استبداد، خودسری، لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اقدام کرنا یا اپنی من مانی کرنا وغیرہ وغیرہ جیسے معنی سے کوسوں دور ہے البتہ میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص ولایت اسلامی کے نام سے ایسا کچھ نہیں کرسکتا، ہرگز نہیں بلکہ منظور یہ ہے کہ جو اس راستے پر چلے گا اور اسلامی تعلیم وتربیت کو حاصل کرے گا وہ ایسا نہیں کرسکتا وگرنہ نہ جانے کتنے ایسے لوگ ہیں جو اچھے اچھے ناموں کا لیبل لگا کر دنیا کے ہر برے کام کا ارتکاب کرتے رہے ہیں، البتہ اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ممکن ہے کوئی مغرب زدہ، اسلام سے بیگانہ شخص اسلام کی طرف کچھ ایسی نسبتیں دینے سے تکلف نہ کرے کہ جس کا اسلام سے کوئی بھی تعلق نہ ہو اور یہ فقط اس لیے کہ اس نے صحیح طور پر ولایت کا مفہوم نہ جانا ہے اور نہ اسے صحیح طور پر سمجھ سکا ہے۔

اقدار، ولایتِ اسلامی کا سرچشمہ

اسلام میں ولایت کا سرچشمہ ارزش اور قدریں (ثقافت وروایات) ہیں، ایسی قدریں کہ جن کا وجود خود اس منصب کو اور عام لوگوں کو آفات وخطرات سے محفوظ رکھتی ہیں مثال کے طور پر عدالت اپنے معنی خاص کے لحاظ سے (یعنی ایک ملکہ نفسانی کی حیثیت) از جملہ ولایت کی شرائط میں شمار ہوتی ہے، اگر یہ شرط موجود ہے تو ولایت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوسکتا کیونکہ جیسے ہی حاکم سے کوئی ایسا عمل سرزد ہوا کہ جس کا اسلام سے کوئی رابطہ نہیں ہے اور وہ اسلام کے اوامر و

نواہی کے خلاف ہے تو خود بخود شرط عدالت اس سے ختم ہو جائیگی، ایک چھوٹا سا ظلم، کج رفتاری جو شریعت کے خلاف ہے عدالت کو سلب کر لیتا ہے فرائض انجام دینے میں کوتاہی، لوگوں میں عدم مساوات بھی حاکم سے سلب عدالت کے لیے کافی ہے اور جیسے ہی عدالت سلب ہو حاکم خود بخود اس منصب سے معزول ہو جاتا ہے جس کی بنیاد پر اس کے حاکم رہنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تو پھر ذرا بتائیے دنیا کے کس نظام حکومت میں ایسا کوئی قانون پایا جاتا ہے؟

کس "سسٹم اور جمہوری حکومت میں اس جیسا کوئی طریقہ موجود ہے کہ جس میں، معاشرے اور انسانیت کی خیر وصلاح کے ساتھ اقدار کی، نمائندگی" ہوتی ہو؟

البتہ ان بتائے گئے معیارات کی خلاف ورزی تمام صورتوں میں ممکن ہے، آپ یہاں فرض کیجئے کہ سارے معیار اپنی جگہ محفوظ ہیں پھر بتائیے کہ ایسی متن وشکل وصورت اسلام کے علاوہ اور کسی نظام یا مکتب و مذھب میں دکھائی دیتی ہے؟

مسلمانوں کے ذریعے ولایت کا تجربہ

ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ولایت کا تجربہ کریں، طول تاریخ میں کچھ ایسے لوگ رہے ہیں جنہوں نے اس کا تجربہ نہیں ہونے دیا، آخر یہ کون لوگ تھے؟ وہی لوگ جو نظام ولایت کو اپنی حکومت واقتدار کے لیے خطرہ سمجھتے تھے جب کہ اس میں خود لوگوں کا فائدہ ہے، ایسے کون سے ممالک ہوں گے؟ جن کو یہ بات پسند نہ ہو کہ ان کا حاکم بجائے یہ کہ شہرت پرست، شراب خور، دنیا دار اور ثروت کی پوجا کرنے والا ہو ایک متقی، پرہیز گار، حکم خدا کی رعایت کرنے والا اور نیکیوں پر عملدرآمد کرنے والا انسان ہو؟ کوئی ملت و مذہب نہیں جو ایسے حاکم کو پسند نہ کرتی ہو۔ ولایت اسلامی یعنی مومن ومتقی کی حکومت ایسے انسان کی حکومت جو اپنی خواہشات سے دور نیک اور عمل صالح بجالاتا ہے، ایسی کونسی قوم اور کونسا ملک ہے جو اپنے نفع کو نہ چاہتے ہوں اور ایسا

حاکم پسند نہ کرتے ہوں کہ جس کے تصور کے ساتھ ہی اس کی تصدیق بھی خود بخود ہو جاتی ہے؟ آخر وہ کون لوگ ہیں جو اس روش اور نظام حکومت کی مخالفت کرنے پر تلے ہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ وہی صاحبان اقتدار جو کہ خود اپنے اندر پارسائی اور مخالفت نفس کی سکت نہیں پاتے اور اپنی خواہشات کے مقابل میں سر تسلیم خم کئے ہوئے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

موجودہ حکومتوں کے سر براہان میں سے وہ کون سے حکام ہیں جو اسلامی معیار کے مطابق حکومت کرنے کو پسند کرتے ہیں؟

ہم لوگوں نے ہمیشہ یہ بات دہرائی ہے اور یہ ہمارے انقلاب کا حصہ ہے کہ انقلاب اور نظام جمہوری اسلامی، آج کی غیر اسلامی اور ضد اسلامی سلطنتوں اور عالمی حکومتوں کے خلاف ایک چیلنج ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی حکومتیں اس انقلاب اور اسلام، اور اس حکومت کی مخالف ہیں، کیونکہ دنیا کی آمرانہ اور جارحانہ، حکومتوں پر اس انقلاب نے سوالیہ نشان لگا دیا ہے!۔

جیسا کہ آپ حکومتوں کے مابین سیاسی ارتباطات اور لوگوں کے درمیان حکومتوں کے رابطے کی حالت و کیفیت کو خود ملاحظہ کر رہے ہیں ہمارا تمدّن اور ہماری ثقافت دنیا کی مسلط شدہ ثقافت وتمدن سے بالکل الگ تھلگ ایک مستقل تمدّن ہے۔

ولایت اسلامی، اقوام عالم کے لئے سعادت کا راستہ

جو چیزیں اصل ولایت اسلام سے حاصل ہوتی ہیں، کس قدر انسانوں کے لیے مفید ہیں اور کتنی خوبصورت، پر جاذب اور پر کشش ہیں۔ دنیا کا کوئی شخص بھی ہمارے ملک کو جس زاویے سے بھی دیکھنا چاہے دیکھے وہی ساری چیزیں جو حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں موجود تھیں اور وہی ساری باتیں جس سے یہ قوم دس ۱۰، بارہ ۱۲ سال کی مدت میں مانوس رہی ہے، دکھائی دیں گی، یہ ہے ولایت کا معنی، میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اقوام عالم ان

ادیان و مذاہب کہ جس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں اس سے ہٹ کر سعادت وخوش بختی کی راہ تلاش کرنا چاہتے ہیں تو انہیں ولایت اسلامی کی طرف پلٹنا ہوگا۔ البتہ یہ مکمل اسلامی ولایت محض ایک اسلامی معاشرے ہی میں رائج ہوسکتی ہے اس لیے کہ اسلامی قدروں کی بنیاد پر ولایت، عدالت اسلامی، علم اسلامی اور دین اسلامی کو ہی کہتے ہیں جو نامکمل اور ناقص انداز میں سارے معاشروں اور اقوام وملل کے یہاں قابل تصور ہے۔ لیکن اگر کسی کو حقیقی رہبر اور حاکم بنانا چاہتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے پیچھے بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جن کا سرمایہ دار حضرات بحیثیت لیڈر تعارف کراتے پھرتے ہیں بلکہ کسی پارسا، متقی، اور دنیا سے بے رغبت ترین انسان کی تلاش کرنی ہوگی، جو اقتدار اور حکومت کو اپنے ذاتی مفاد سے الگ ہوکر عوام الناس اور معاشرے کی فلاح و بہبود اور اس کی اصلاح کی خاطر چاہتا ہے یہ ہے ایک اسلامی ولایت کا خاکہ کہ جس سے دنیا کی نام نہاد جمہوری حکومتیں بے بہرہ ہیں، یہ تو صرف اسلام کی برکتوں کا ثمر ہے۔

اسی لیے ابتدائے انقلاب سے یہی عنوانِ ولایت، اور ولایت فقیہ آپس میں دو جداگانہ مفہوم ہیں ایک خود مفہوم ولایت، دوسرے یہ کہ یہ ولایت ایک فقیہ اور دین شناس اور عالم دین سے مختص ہے۔ ایسے افراد کی جانب سے شدّت سے بڑھ رہی ہے جو اسلامی قدروں کی بناء پر ایک کامل حاکمیت کو برداشت کرنے کی قوت و طاقت نہیں رکھتے تھے اگرچہ آج بھی یہی صورتحال ہے یہ تو امیرالمومنین علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی اور ان کی مختصر سی خلافت وحکومت اور غدیر و اسلام کی برکتوں کا نتیجہ ہے جو آج الحمدللہ لوگ اس راستے کو پہچانتے ہیں۔ [1]

---

[1] حدیث ولایت، ج ۷، ص۔ ۱۸۹

شجاعت حضرت علی علیہ السلام

تقریباً چودہ سو سال ہو رہے ہیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں بولنے والے لکھنے والے، متفکرین، شعراء مرثیہ سرا، نوحہ خواں اور قصیدہ گو حضرات وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، شیعہ ہوں یا غیر شیعہ، کچھ نہ کچھ کہتے اور لکھتے رہے ہیں اور اسی طرح تا ابد آپ کے سلسلے میں یہ لوگ لکھتے اور بولتے رہیں گے۔

مگر اس قدر آپ کے فضائل و مناقب کے باب دلچسپ اور وسیع ہیں کہ آپ کے جس پہلو کو بھی بیان کیا جائے آخر کار انسان کو احساس ہونے لگتا ہے کہ ابھی بھی آپ کے وسیع وجود مبارک کے سلسلہ میں بہت کچھ رہ گیا ہے...!

آج میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر میں فضائل و مناقب امیر المومنین علیہ السلام کو نسبتاً جامع طور پر پیش کرنے کی کوشش کروں تو مجھے کہاں سے آغاز سخن کرنا ہوگا، البتہ آپ کے جوہر ملکوتی اور وجود حقیقی کہ جو آپ کا الٰہی وجود ہے۔ میں اس کے بارے میں نہیں عرض کر رہا ہوں کہ جس تک ہم جیسے لوگوں کی رسائی بھی نہیں ہے بلکہ میری مراد آپ کے وسیع وجود کا وہ حصہ ہے کہ جس تک پہنچنا ممکن ہے اور اس کے بارے میں غور و فکر کیا جا سکتا ہے بلکہ آپ کو زندگی کے لیے نمونہ بنایا جا سکتا ہے۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ یہ بھی، ایک خطبہ یا ایک گھنٹہ میں ممکن نہیں اس لیے کہ آپ کی شخصیت کے تہ در تہ پہلو ہیں۔

هو البحر من أي النواحي أتيته.[1]

جس طرف سے بھی وارد ہوئے فضائل ومناقب کا ایک سمندر ہے۔

اس لیے کوئی مختصر جامع تصور مخاطب کے حوالے نہیں کیا جا سکتا کہ کہا جائے: یہ ہیں امیر المومنین علیہ السلام۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ کے مختلف پہلوؤں کو اپنی فکر و ہمت کے مطابق پیش کر سکوں اور میں نے جب اس لحاظ سے تھوڑا سوچا تو دیکھا شاید آپ کی ذات میں ۱۰۰ سو صفات۔ کہ یہی سو کی تعبیر روایات میں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اور سو خصوصیات کو تلاش کیا جا سکتا ہے وہ چاہے آپ کی روحانی و معنوی خصوصیات ہوں جیسے آپ کا علم، تقویٰ زہد حلم و صبر کہ یہ سب کے سب انسان کے نفسانی اور معنوی خصال و جمال میں سے ہیں یا رفتار و عمل جیسے امیر المومنین علیہ السلام بحیثیت باپ، بحیثیت شوہر یا بحیثیت ایک باشندہ، سپاہی و مجاہد، سپہ سالار جنگ، حاکم اسلامی و بحیثیت خلیفہ وقت یا پھر لوگوں کے ساتھ تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آنا، آپ کا بعنوان ایک ماضی، عادل اور مدبر کہ شاید اس طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی سو خصوصیات کو شمار کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی انہی صفات کو لے کر گویا اور رسا انداز میں ایک جامع بیان پیش کر سکے تو گویا اس نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ایک مکمل مگر اجمالی خاکہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے، مگر ان صفات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ہر ایک صفت کے لیے کم از کم ایک کتاب درکار ہے۔

مثال کے طور پر حضرت علی علیہ السلام کے ایمان کو پورا مدنظر رکھیں؟۔ البتہ میں جس خصوصیت کو یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ایمان کے علاوہ ایک دوسری خصوصیت ہے جس کو میں بعد میں بیان کروں گا۔

---

[1] بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج107 / 11 / صورة إجازة بعض الفضلاء من تلامذة الشيخ البهائي و أمثاله و لعله الأمير السيد حسين المجتهد المذكور للأمير جلال الدين بن الأمير المرتضى تاج الدين..... ص: 11

بہر حال آپ ایک مومن کامل تھے یعنی ایک فکر، ایک عقیدہ اور ایک ایمان یہ آپ کے وجود مبارک میں راسخ تھا ذرا آپ اب خود ہی بتایئے کہ آخر کس کے ایمان سے حضرت علیہ السلام کے ایمان کا موازنہ کیا جائے کہ عظمت ایمان امیر المومنین علیہ السلام کا اندازہ لگایا جا سکے، خود وہ فرماتے ہیں:

"لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيناً. [1]

یعنی اگر غیب کے سارے پردے ہٹا دیئے جائیں مراد ذات مقدس خداوند، فرشتگان الٰہی، جہنم اور وہ تمام باتیں جیسے دین لانے والے بعنوان غیب بیان کر چکے ہیں۔ اور میں اپنی انہی آنکھوں سے ان سب کا مطالعہ کروں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا!

گویا آپ کا یقین اس کے یقین کے مانند ہے کہ جس نے ان ساری چیزوں کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے! یہ ہے آپ کا ایمان اور اس کا رُتبہ و مقام کہ ایک عرب شاعر کہتا ہے "اگر ساری مخلوقات کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ایمان علی علیہ السلام کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو پھر بھی علی علیہ السلام کے ایمان کو تولنا ممکن نہیں ہے! یا آپ کے سابق الاسلام ہونے کو ہی لے لیجئے کہ نوجوانی اور کمسنی ہی سے خدا پر ایمان لائے اور اس راستہ کو دل و جان سے قبول کر لیا اور آخر عمر تک اس پر ثابت قدم رہے، جو ایک عظیم اور وسیع پہلوؤں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے کہ جسے ایک کلمہ میں نہیں بیان کیا جا سکتا!۔

ہم لوگوں نے بہت سے بزرگوں سے سنا ہے یا آپ کے بارے میں کتابوں میں پڑھا ہے کہ انسان جب امیر المومنین علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں تصور کرتا ہے تو خود کو ان کے مقابل حقیر و ذلیل پاتا ہے۔

جیسے کہ کوئی آسمان میں، چاند، ستارہ، زہرہ، مشتری، زحل یا مریخ کو دیکھے مگر اس کے

---

[1] عیون الحکم و المواعظ (للیثی)/415/الفصل السادس بلفظ لو..... ص:415

باوجود اندر بہت نورانیت اور چمک پائی جاتی ہے وہ اپنی جگہ بہت بڑے ہیں مگر اس کے باوجود ہمارے نزدیک دیکھنے والی آنکھیں، اپنی کمزوری وضعف کی وجہ سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ مثلاً ستارہ، مشتری، یا زہرہ میں کیا فرق ہے، یا وہ ستارہ جن کو ٹیلی اسکوپ کی مدد سے دیکھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان کے اندر کئی ملین نوری سالوں کا ایک دوسرے کے درمیان فاصلہ پایا جاتا ہے، ہم نہیں دیکھ سکتے جب کہ دونوں ستاروں میں اور ہماری آنکھیں آسمان میں ان دونوں کو تا حد نظر دیکھتیں ہیں، مگر یہ کہاں اور وہ کہاں! اور اسی طرح چونکہ ہم لوگ عظمتوں سے کوسوں دور ہیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر تاریخ بشریت یا تاریخ اسلام کے اکابرین، بزرگان اعظم کے درمیان تاریخ بشریت یا تاریخ اسلام کہ جن کا کتابوں اور دنیائے علم یا دیگر میدانوں میں سراغ ملتا ہے صحیح طریقہ سے موازنہ کرنے پر قدرت و طاقت نہیں رکھتے حقیقتاً، ذات امیر المومنین علیہ السلام ایک حیرت انگیز شخصیت ہے!

مشکل تو یہاں پیش آتی ہے، کہ ہم اور آپ شیعہ علی ابن ابی طالب ہونے کی حیثیت سے ان کے پیرو کہے جاتے ہیں؛ اور اگر ہم آپ کی ذات گرامی کے مختلف پہلوؤں سے واقف نہ ہوں تو پھر اپنی شناخت مجروح ہونے لگتی ہے اس لیے کہ جو دعویدار محبت نہیں ہے اس میں اور ہم میں فرق ہے اور چونکہ ہم دعویدار ہیں ہم "علوی" بن کر رہنا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ، علوی معاشرہ کہلائے لہٰذا ہم شیعان علی علیہ السلام سے پہلے درجہ میں اور غیر شیعہ مسلمان دوسرے درجہ میں اس مشکل سے بہر حال روبرو ہیں اس لیے کہ سبھی علی علیہ السلام کو مانتے ہیں فقط فرق یہ ہے کہ ہم شیعہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ایک خاص عقیدت و احترام رکھتے ہیں۔

شجاعت ایک عظیم اور تعمیری صفت

آج میں امیرالمومنین علیہ السلام کی جس خصوصیت کو بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ہے آپ کی شجاعت۔ خود شجاعت ایک بہت عظیم اور تعمیری صفت ہے اسی صفت کی وجہ سے انسان خطرات سے بے خوف ہو کر میدان جنگ میں کود پڑتا ہے جس کے نتیجہ میں دشمن پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

عام لوگوں کی نگاہ میں شجاعت کے یہی ایک معنی ہیں، مگر میدان جنگ کے علاوہ دیگر اور میدانوں میں بھی یہ صفت بہت اہمیت رکھتی ہے۔ جیسے حق و باطل سے ٹکراؤ کے وقت خود زندگی میں معرفت کے میدان میں حقائق کی دوٹوک توضیح کی ضرورت کے وقت اور زندگی کے دیگر میدان، جہاں انسان کو اپنے موقف کی وضاحت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اس صفت کا ہونا لازمی ہے۔

یہاں پر شجاعت اپنا اثر دکھاتی ہے، کہ جب ایک بہادر و شجاع انسان حق کو پہچان جاتا ہے اور پھر اس کی پیروی کرتا ہے پھر اُس راستہ میں بے جا شرم و حیا اور خود غرضی وغیرہ کو آڑے نہیں آنے دیتا۔ یہ ہے حقیقی شجاع اور بہادر کہ دشمن یا مخالفت کی ظاہری قوت و طاقت اس کے لیے رکاوٹ نہیں بن پاتی اور کبھی کبھی شجاع بن کر ابھرنے والے بعض لوگوں کی شجاعت کی قلعی (خصوصاً یہ افراد اگر معاشرے میں کسی پوسٹ و منصب کے حامل ہوتے ہیں) بھی کھل جاتی ہے اور وہ شجاع ہونے کے بجائے بزدل ثابت ہوتے ہیں، شجاعت اس جیسی صفت کا نام ہے۔

کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک مسلّم حق کسی شخص کی بزدلی کی وجہ سے ناحق بن جاتا

ہے یا ایک باطل کہ جس کے بارے میں کسی کو جرأت اظہار کرنا چاہئے تھا، خود حق کا روپ دھار لیتا ہے اسے اخلاقی شجاعت اجتماعی جرأت اور زندگی میں ہمت و بہادری سے تعبیر کرتے ہیں کہ جو میدان جنگ کی شجاعت سے بھی ایک بلند و بالا قسم کی شجاعت ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام میدان جنگ کے لیے بے بدل، بہادر و شجاع تھے ہر گز کبھی بھی اپنے دشمن کو پشت نہیں دکھائی، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے آپ کے بارے میں جنگ خندق کے قصے مشہور ہیں کہ جہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اپنی جگہ پر آنے والے نمائندہ کفر سے لرز رہے تھے اور آپ آگے بڑھے، بدر و احد فتح خیبر و خندق و حنین وغیرہ جس جنگ کو بھی آپ اٹھا کر دیکھ لیں علی علیہ السلام کی شجاعت کا سکہ چلتا ہوا نظر آتا ہے جب کہ اس میں سے بعض وہ جنگیں بھی ہیں جس میں آپ کل چوبیس سال یا بعض میں پچیس، تیس سال سے زیادہ عمر نہیں رکھتے تھے گویا ایک ۲۷ سالہ جوان نے اپنی شجاعت و بہادری کے بل بوتے پر جنگ کے میدان میں اسلام کی کامیابی و کامرانی کے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں، یہ تو رہی میدان جنگ میں آپ کی شجاعت و بہادری کی داستان۔

مگر میں یہاں امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اے عظیم و بزرگ و الاعلی، اے محبوب خدا، آپ کی زندگی اور میدان زندگی کی شجاعت میدان جنگ کی شجاعت سے کہیں ارفع و اعلیٰ دکھائی دیتی ہے، مگر کب سے؟ نوجوانی سے۔ آپ یہی سابق الاسلام ہونے کو ہی لے لیجئے۔ آپ نے ایسے پر آشوب ماحول میں دعوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبول کیا کہ جب سبھی آپ کی دعوت کو ٹھکرا رہے تھے اور کوئی جرأت و ہمت نہیں کرتا تھا کہ اس دعوت کو قبول کرے اور دعوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول کر لینا خود اپنی جگہ ایک شجاعانہ عمل ہے البتہ ایک ہی واقعہ ممکن ہے مختلف زاویوں سے دیکھا جائے اور اس واقعہ میں مختلف پہلو پائے جاتے ہوں مگر یہاں پر آپ کی شجاعت و بہادری کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے اس واقعے کو پیش کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے معاشرے کو ایک ایسا پیغام دے رہے ہیں جو اس معاشرے پر

قابض اسباب وعوامل کے بالکل برخلاف ہے، لوگوں کی جہالت، نخوت وکدورت اشرافیت، ان کے طبقاتی اور مادی منافع ومصلحتیں یہ ساری چیزیں اس پیغام کے برخلاف اوراس کی ضد ہیں ذرا اب کوئی بتائے کہ ایک ایسے معاشرے میں ایسے پیغام کی کیا ضمانت ہے؟۔

ابتدا میں آپ آیۃ "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" [1] ((اے رسول) اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈراؤ) پرعمل کرتے ہیں اور وقت کے یہ مستکبرین نخوت وغرور کا مکمل مظاہرہ کرتے ہوئے ہرحرف حق کا تمسخراڑاتے ہیں اس کے باوجود کہ دعوت دینے والا یہ "پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" خودانہیں کے جسم وتن کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب کہ یہ وہی لوگ ہیں جو خاندان کے ہیں اوران کے اندر رگ حمیت وعصبیت پھڑک رہی ہے جوکبھی کبھی ایک دونہیں دس سال تک تنہا خاندانی ناطے اور رشتہ داری کی وجہ سے دشمن سے برسر پیکار رہا کرتے تھے! مگر یہاں "ذوالعشیرہ" میں جب ان کے خاندان کے ایک شخص نے اس مشعل کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بلند کیا توان لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں، اپنے منہ پھیر لیے۔ بے اعتنائی سے کام لیا اہانت وتحقیر کی اورصرف مذاق اڑایا!

ایسے موقع پر یہ نوجوان اٹھا اور پیغمبر سے خطاب کر کے کہتا ہے اے میرے ابن عم میں آپ پر ایمان لاتا ہوں، البتہ آپ پہلے ایمان لا چکے تھے یہاں صرف اس ایمان کا اعلان کر رہے ہیں اورحضرت امیر المومنین علیہ السلام ان مومنوں میں سے ہیں کہ ابتدائی چند دنوں کے علاوہ تیرہ ۱۳ سالہ مکے کی زندگی میں ہرگز آپ کا ایمان ڈھکا چھپا نہیں تھا۔ جب کہ سارے مسلمان چند سالوں تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے مگر یہ سب جانتے تھے کہ امیر المومنین علی (علیہ السلام) ابتدا ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں لہذا کسی پربھی آپ کا ایمان پوشیدہ نہیں تھا۔

ذرا آپ اپنے ذہنوں میں اس کا صحیح طور پر تصور کریں، کہ پڑوسی توہین کررہے ہیں،

---

[1] شعراء: ۲۱۴

معاشرے کے بڑے بڑے اشخاص تحقیر و تذلیل کر رہے ہیں، شاعر، خطیب، ثروت مند سب کے سب مذاق اڑا رہے ہیں، پست و ذلیل اور بے مایہ ہر ایک توہین آمیز القاب سے پکار رہا ہے اور ایک انسان اس طوفان حوادث کے درمیان تن تنہا ایک کوہ محکم کی طرح ثابت و استوار کھڑا ہوا ببانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہے۔

یہ امیر المومنین علیہ السلام کی منطق تھی۔ یعنی منطق شجاعت اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ آپ کی پوری زندگی اور آپ کی حکومت (کہ جس کی مدت پانچ ۵ سال سے کم تھی) میں ہمیشہ یہی منطق کارفرما رہی۔ اگر آپ نظر دوڑائیں تو یہی چیز روز اول اور یہی بیعت کے وقت بھی دکھائی دیتی ہے یہاں تک کہ آپ کی خلافت سے قبل جو بیت المال کا غلط مصرف ہو چکا تھا اس کے بارے میں فرمایا:

لَوْ وَجَدْتُهُ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ وَ تَفَرَّقَ فِي الْبُلْدَانِ لَرَدَدْتُهُ عَلَى أَهْلِهِ فَإِنَّ فِي الْحَقِّ وَ الْعَدْلِ لَكُمْ سَعَةً وَمَنْ ضَاقَ بِهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ بِهِ أَضْيَقُ. [1]

بخدا وہ پیسہ جو میری خلافت سے پہلے ناحق کسی کو دیا گیا ہے چاہے وہ عورتوں کا مہر قرار دے دیا گیا ہو یا اس سے کنیزیں خریدی گئی ہوں یا اس سے شادیاں رچائی گئی ہوں ہر حالت میں اسے بھی بیت المال میں لوٹا کر رہوں گا!

اور تنہا کہا ہی نہیں بلکہ سختی سے اس پر عمل کرنا شروع کیا جس کے نتیجہ میں دشمنی کا ایک سیلاب آپ کے حق میں امنڈ پڑا!

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی شجاعت ہو سکتی ہے؟ سخت اور ضدی ترین افراد کے مقابل اٹھ کھڑے ہونا، ایسے لوگوں کے خلاف عدالت کی آواز اٹھانا جو معاشرے میں نام نمود رکھتے تھے ان سے مقابلہ کیا جو شام کی پٹی ہوئی دولت و ثروت کی مدد سے ہزاروں سپاہیوں کو آپ کے

---

[1] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 57 / 15 211 و من كلام له ع فيما رده على المسلمين من قطائع عثمان رضي الله عنه ..... ص: 57

خلاف ورغلا سکتے تھے، مگر جب خدا کے راستے کو اچھی طرح تشخیص دے دیا تو پھر کسی کی کوئی پرواہ نہ کی، یہ ہے شجاعت علی علیہ السلام۔ کیا تو ایسے شخص سے دشمنی رکھتا ہے جس کا ایک جرأت مندانہ اقدام دنیا و مافیہا سے بلند و برتر ہے؟!

یہ وہ بزرگ امیر المومنین علیہ السلام ہیں، یہ وہ تاریخ میں چمکنے والے علی علیہ السلام ہیں۔ وہ خورشید جو صدیوں چمکتا رہا اور روز بروز درخشندہ تر ہوتا جا رہا ہے۔ جہاں جہاں بھی جوہر انسانی کا مظاہرہ ضروری تھا۔ یہ بزگوار وہاں موجود تھے چاہے اس جگہ کوئی اور نہ رہا ہو مگر یہ موجود تھے آپ کا ہی یہ فرمان تھا:

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَسْتَوْحِشُوا فِي طَرِيقِ الْهُدَى لِقِلَّةِ أَهْلِه.[1]

"راہ ہدایت میں ساتھیوں کی کمی سے خوف و ہراس کو اپنے دل میں جگہ بھی نہ دو"

اور خود آپ بھی اسی طرح تھے یعنی جب تم نے صحیح راستے کو پا لیا ہے تو صرف اس لیے کہ تم اقلیت میں ہو، چونکہ دنیا کے سارے لوگ تم کو توجہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چونکہ دنیا کی اکثریت تمہارے راستے کو قبول نہیں رکھتی وحشت نہ کرو اس راستے کو ترک نہ کرو بلکہ اپنے پورے وجود سمیت اس راستے پر چل پڑو۔ یہاں سب سے پہلے جس نے اٹھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر لبیک کہی اور عرض کیا:

"اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں"

کوئی اور نہیں یہی نوجوان تھا! ایک بیس، پچیس سالہ جوان نے اپنے ہاتھ بڑھا دیئے اور کہتا ہے میں آپ کے ہاتھ پر موت تک کی بیعت کرتا ہوں۔ آپ کے اس شجاعانہ عمل کے بعد دوسرے مسلمانوں میں بھی جرأت پیدا ہوئی یکے بعد دیگرے لوگ بیعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے

---

[1] نہج البلاغة (للصبحی صالح) / 319 / 201 2864 و من کلام له ع یعظ بسلوك الطریق الواضح..... ص: 319

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ.[۱]

بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کر رہے تھے تو اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔

اسے شجاعت کہتے ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جہاں جہاں بھی انسانی جوہر کے مظاہرے کا وقت آتا تھا آپ کی ذات والا صفات سامنے ہوتی تھی ہر مشکل کام میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔

ایک دن ایک شخص عبداللہ بن عمر کے پاس آ کر کہتا ہے! میں علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا ہوں۔ جیسے اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ آپس میں خاندانی دشمن ہیں شاید وہ اپنے اس بیان سے عبداللہ بن عمر کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ عمر کے بیٹے عبداللہ نے اس سے کہا:

"اَبْغَضَكَ اللّٰهُ"

خدا تم کو دشمن رکھے۔

اصل عبارت یہ ہے:

فَقَالَ اَبْغَضَكَ اللّٰهُ أَتُبْغِضُ وَيْحَكَ رَجُلًا سَابِقَةٌ مِنْ سَوَابِقِهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا بِمَا فِيهَا.[۲]

"میں نے خدا اور اس کے راستے کو پہچان لیا ہے اور تاحیات اس پر قائم رہوں گا"

یہ ہے شجاعت اسے کہتے ہیں ہمت۔

---

[۱] سورۂ فتح: ۱۸

[۲] کنز الفوائد/ ج1/ 148/ شرح قوله ولعن آخر أمتكم أولها فصل..... ص: 144

زندگی کے تمام مراحل میں شجاعت

امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی کے تمام مراحل میں یہی شجاعت نظر آتی ہے مکے میں یہی شجاعت تھی، مدینے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرتے وقت یہی شجاعت تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مناسبتوں سے مکرراً بیعت لی اس میں سے ایک بیعت جو شاید سخت ترین بیعت تھی، حدیبیہ کے موقع پر بیعت الشجر ہ (بیعت رضوان) ہے جیسا کہ سارے مورخین نے لکھا ہے کہ جب معاملہ ذرا سخت ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک ہزار سے کچھ زیادہ اصحاب جو آپ کے اطراف میں تھے سب کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں تم لوگوں سے موت پر بیعت لیتا ہوں، کہ تم میدان جنگ سے ہرگز فرار نہیں کرو گے! اور اس قدر تم کو جنگ کرنا ہے کہ یا تو اس راہ میں قتل ہو جاؤ یا پھر کامیابی تمہارا نصیب ہو۔

میرا خیال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے اس موقع کے کہیں اور اس قدر سخت انداز میں اصحاب سے بیعت نہیں لی ہے ظاہر ہے کہ اس مجمع میں ہر قسم کے لوگ موجود تھے، سست ایمان بلکہ منافق صفت اس بیعت میں شامل تھے! جبکہ تاریخ میں نام تک مذکور ہیں وغیرہ سب کچھ ظاہری اور غیر واقعی تھا، تنہا دین کی طرف لوگوں کی تحریک وتشویش ایک عمومی اور واقعی شئے تھی کہ جسے بغض ونفرت آمیز نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس تحریک کے مقابلے میں ذرا پھیکے رنگ و بو کے ساتھ وطن پرستی کے نام پر ایک اور احساس بھی ملک کے گوشہ و کنار میں دکھائی دے رہا تھا اور قوم کے لیے اس قسم کی صورتحال پیدا کر دی تھی پھر آپ نے ہی بنیادی اور اساسی اقدام کر کے قوم کی ہر چیز کو از سر نو تعمیر کیا ہے۔

آج اس حکومت میں علم وصنعت، یونیورسٹی کی تعلیم، وغیرہ سب ارتقاء حاصل کر رہی ہیں، لوگوں کی شخصیتیں، ان کے خیالات، رشد ونمو پا رہے ہیں، آزادی اپنے حقیقی معنی ومفہوم میں ترقی پا رہی ہے۔

اس قوم کی تحریک آہستہ آہستہ وہاں تک پہنچ رہی ہے کہ اب دنیا میں خود اس کے خریدار پیدا ہونے لگے ہیں، کل تک ملت ایران اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ لوگ اس کی طرف توجہ کرتے مگر آج اس کے برعکس ہے، آج آپ ایک اہم قوم کی حیثیت رکھتے ہیں آپ کی رائے، آپ کی حمایت، آپ کی ممانعت اہمیت رکھتی ہے آپ نے ایک مسئلے کی مخالفت کی ہے وہ ابھی تک دنیا میں کسی بھی علاقے میں یا کسی کوہ وصحرا میں بھی کسی ایرانی کو امریکا نواز دکھائی دے جائے تو لوگ اس کے سائے تک کو سنگسار کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس ملک میں ایک دن قوم وملت کی کوئی حیثیت نہیں تھی، ان کو حق رائے دہی حاصل نہیں تھا، انتخابات اور پارلیمنٹ کا اتہ پتہ بھی نہیں تھا ملک میں جو کچھ بھی تھا وہ سب غیر واقعی اور بناوٹ سے زیادہ، کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا، حقیقتاً پہلوی بادشاہت کا زمانہ عجیب وغریب زمانہ تھا بالکل اسی طرح کہ جیسے کوئی بڑے سے ہال میں ایک بہت بڑا کارخانہ لگائے اور دیکھنے والا اس کی عظمت، بزرگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مگر جب اس کے نزدیک سے اس کا نظارہ کرے تو اسے پتہ چلے کہ اس کی ساری چیزیں، پلاسٹک کا ایک بازیچہ ہے یا مثلاً کوئی شخص ایک بلند و بالا عمارت بنائے کہ دور سے دیکھنے والے کو وہ ایک عظیم محل لگے مگر جب وہ اس کے نزدیک جائے تو ایسے معلوم ہو کہ یہ تو برف سے بنا ہوا ہے ایک محل ہے۔

بالکل اسی طرح اس ملک کی ساری چیزیں غیر حقیقی تھیں، یونیورسٹی، روشن خیال طبقہ، روزنامہ، مجلاّت، پارلیمنٹ، حکومت میں رکاوٹ بننے والی ایک ایک چیز کم ہوگئی، اور اس طرح سے یہ لوگ اپنے مقصد کی راہ میں موجود ہر رکاوٹ کو اپنے راستے سے ہٹاتے ہیں!

جہاں پر ہر شیعہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام، بلکہ ہر اس مسلمان کو جو علی علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہے اور دل سے معتقد ہے علی علیہ السلام کی شخصیت سے درس شجاعت لینا چاہتے ہیں کہ جن کا فرمان ہے "تم کو راہ ہدایت میں افراد کی کمی سے ہراساں نہیں ہونا چاہیے" دشمن کے پشت کرنے اور اس کے منہ موڑنے سے تم کو ڈرنا نہیں چاہیے احساس تنہائی نہ کرو، دشمن کے تمسخر اور اس کے مذاق

اڑانے سے تمہارے ہاتھوں میں جو گو ہر ہے۔اس کے سلسلہ میں تمہارے عقیدے میں کوئی سستی نہ آنے پائے، اس لیے کہ تم لوگوں نے ایک عظیم کام انجام دیا ہے ایک ایسا خزانہ اپنی مملکت میں تم لوگوں نے کشف کرلیا ہے، جو تمام ہونے والا نہیں ہے،تم نے اسلام کی برکت سے آزادی حاصل کی استقلال حاصل کیا،اورشاطر طاقتوں کے پنجے سے رہائی حاصل کی ہے۔

ایک دن وہ بھی تھا جب یہ مملکت وسلطنت، یہ یونیورسٹی، یہ دارالحکومت (تہران) یہ فوجی مراکز، یہ فوجی اورحفاظتی دستے، یہ حکومتی ادارے، اوپر سے لے کر نیچے تک سب کے سب امریکا کے ہاتھوں میں تھے مگر آج انقلاب اسلامی کی برکت کے نتیجہ میں مملکت سے دور رہ کر شراب سے دوری کا اور حدود الٰہی وغیرہ کے نفاذ کا مذاق اڑاتے ہیں! کبھی کبھی یہی تحقیر وتذلیل یہی مذاق اور توہین اچھے اچھوں کے لئے شک وتر دید میں پڑ جانے کا سبب بن جاتا ہے اور ان کی استقامت جواب دے جاتی ہے اور وہ اپنی ہم فکر جماعت کو ہی ہرانے پر مجبور ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں آخر ہم کیا کریں اب سب کچھ برداشت سے باہر ہے، اوراس وقت یہ عالمی طاقتیں اپنی اس کامیابی پر چھپ چھپ کر قہقہہ مار کر ہنستی ہیں اس لئے کہ انہیں اپنے راستے میں موجود ایک رکاوٹ کے ختم کرنے کی خوشی ہے! ان کی روش یہی ہے کہ وہ ایک انقلابی تحریک یا اقدام کو اس قدر ہلکا بنا کر پیش کریں، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کریں کہ آخر کار اس کے اصلی چہرے دل برداشتہ ہو کر اسے واپس لے لیں! یا وہ خود اس کا مذاق اڑانے لگیں! عالمی میدان سیاست میں کچھ آپ کو ایسے چہرے نظر آجائیں گے جو کل تک دشمن کے مقابل ڈٹے ہوئے تھے اور آج خود اپنے اعمال ورفتار کا مذاق اڑاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو دشمن کی ہنسی اور خوشحالی کا سبب ہے، یہ اپنے اعمال ورفتار کا مذاق صرف اس لئے اُڑاتے تھے کہ یہ صاحب بھی اپنی جماعت میں شامل ہوسکیں البتہ وہ عالمی طاقتیں اس کی تشویش بھی کرتی ہیں اور کہتی ہیں "سبحان اللہ" آپ کس قدر متمدن ہیں اور یہ صاحب بھی خوشحال ہوتے ہیں مگر یہ جو کچھ بھی پیش آیا ہے حقیقتاً ان سیاسی بازیگروں کی راہ ہے کہ جس نظام حکومت کو چاہتے ہیں بروئے کار لے آتے ہیں اور جس نظام کو

چاہتے ہیں ختم کر دیتے ہیں! آج یہی مکار و دغاباز وفریب کار عالمی طاقتیں پوری طرح، جمہوری اسلامی کی طرف متوجہ ہیں اوران کی ایک سیاست یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے جمہوری اسلامی اور ایرانی عوام کا مذاق اڑائیں، انہیں شک وشبہ میں ڈالیں! اورانہیں یہ پڑھائیں کہ تم لوگ جو بین الاقوامی عرفیات کے خلاف ہوکر اپنی سیاست وحکومت چلا رہے ہو غلطی کر رہے ہو۔تم غلط کر رہے ہو جو عالمی سیاست اور امریکی بین الاقوامی پالیسیوں کو نظر انداز کر رہے ہیں، وہ مسئلہ فلسطین ہو یا پھر مسئلہ بوسنیا، یا دیگر اسلامی مسائل وغیرہ اور جو تم دوسروں کی آواز سے آواز نہیں ملاتے غلط کر رہے ہو تم کو تو دنیا والوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔

آج کی سیاست یہ ہے اور آج کی ہی نہیں بلکہ ابتدائے انقلاب سے ان کی سیاست یہی تھی کہ ایرانی قوم کے ذمہ داران مملکت اور ہر وہ شخص جو ان کا واقعی مخالف ہے اس کا مذاق اڑائیں اسے زیادہ سے زیادہ شک و تردید میں ڈالیں اور جس کام سے بھی انہیں زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ محسوس ہو اس کا زیادہ سے زیادہ مذاق اڑائیں، عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا مضحکہ، یونیورسٹی کا مذاق، عبادت نماز جماعت کا مضحکہ لیکن اقتدار تسلط یہی ہے۔

آج ہم اور آپ اس شجاعت علوی کے ضرورتمند ہیں، ایرانی عوام اس کی ضرورت مند ہے، اس مملکت میں جو کوئی بھی کسی عہدے یا منصب پر فائز ہے اسے اس صفت کی زیادہ ضرورت ہے، مسلمانوں کے بیت المال تک جس کی بھی رسائی ہے وہ اس شجاعت و ہمت کا زیادہ ضرورت مند ہے آج مجموعاً، ایرانی قوم، اور فرداً فرداً ہر شخص اس شجاعت کا محتاج ہے اور جس شخص پر لوگ زیادہ بھروسہ رکھتے ہیں اور وہ لوگوں کا اطمینان مورد اعتماد واطمینان ہے دوسروں کی نسبت اس شجاعت علوی اور جرأت و ہمت کا زیادہ سے زیادہ محتاج وضرورت مند ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت سے درس عمل

آج کی دنیا ابولہب وابوجہل جیسے ہٹ دھرم جاہلوں کی نہیں ہے بلکہ آج دنیا کے کفّار، معاندین، دنیا کے چالاک ترین وہوشیار ترین لوگ ہیں ایسے ہیں جو دنیا کے بڑے بڑے سیاسی مسائل اور پروپگنڈہ مشینری کو اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے گردش کررہے ہیں اور دیگر قوموں اور ملتوں کی تقدیر بدلتے ہیں غیر ملکوں میں اپنی پسند سے حکومتیں بناتے ہیں یا بنی بنائی حکومتوں کو گرا دیتے ہیں، دنیا کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہیں اس سے جس طرح چاہتے ہیں نفع اٹھاتے ہیں، جنگ وجدال چھیڑتے ہیں پھر جنگ ختم کرتے ہیں! امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ اللهِ لَوْ أَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِى فَعَلْتَ مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِى هَوَادَةٌ وَ لَا ظَفِرَا مِنِّى بِإِرَادَةٍ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا وَ أُزِيحَ الْبَاطِلَ عَنْ مَظْلَمَتِهِمَا. [1]

قسم بخدا یہی فعل جو تم نے انجام دیا ہے اگر میرے بیٹے حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام انجام دیتے تو اس سلسلے میں میرے لئے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوتا! اور ان کے نفع میں کوئی عمل سرزد نہ ہوتا یہاں تک کہ ان سے بھی حق کو لے لیتا!۔

[1] نهج البلاغة (للصبحى صالح) / 414 / 41 و من كتاب له ع إلى بعض عماله ..... ص: 412

حضرت علی علیہ السلام کا اقتدار نفس

امیرالمومنین علیہ السلام کو بخوبی معلوم ہے کہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام معصوم ہیں مگر پھر بھی فرماتے ہیں کہ اگر ان دونوں میں سے کسی سے بھی یہ عمل۔ کہ ہرگز سرزد نہیں ہوسکتا۔ سرزد ہوجائے، تو میں اس سلسلے میں ان پر بھی رحم نہ کرتا، یہ بھی شجاعت ہے جو اگرچہ ایک زاویہ سے عدل بھی ہے اور قانون کی بالادستی اوراس کا احترام بھی ہے، اس کے مختلف عنوانات ہوسکتے ہیں، مگر جس زاویے سے میں نے اسے عرض کیا ہے وہ شجاعت بھی ہے بلکہ یہ ایک ایسا منصب ہے جس تک ہرکس وناکس کی رسائی نہیں البتہ تم کوشش کرو کہ اس راہ میں قدم اٹھاؤ اور پارسائی و خدا کی اطاعت کے ذریعے اپنے امام کی اتباع میں نزدیک سے نزدیک تر ہو، عبداللہ بن عباس حضرت کے سچے چاہنے والے ہیں اور دیگر اصحاب کی نسبت آپ کے قریبی، محب، مخلص اور ہمراز بھی ہیں مگر زندگی میں ایک خطا آپ سے ہوگئی جس کی بناء پر امیرالمومنین علیہ السلام نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کی اس خطا کو خیانت سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اپنے اس عمل سے خیانت کی ہے! والی اسلامی کی حیثیت سے ان کے خیال میں کچھ دولت ان کا حق بنتی تھی اس لیے انہوں نے اپنا حق سمجھ کر اُسے لے لیا تھا اور راہی مکہ ہوگئے تھے۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام نے اسی لغزش کی بنیاد پر اس قدر سخت خط لکھا کہ اسے پڑھ کر رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں!۔

آخر یہ کیسا انسان ہے! یہ کیسا عظیم المرتبت شخص ہے! کہ عبداللہ بن عباس جو کہ آپ کے چچازاد بھائی بھی ہیں ان سے خطاب کر کے فرماتے ہیں:

لَا فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ أَمْكَنَنِي اللهُ مِنْكَ لَأُعْذِرَنَّ إِلَى اللهِ فِيكَ وَ لَأَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَا ضَرَبْتُ بِهِ أَحَداً إِلَّا دَخَلَ النَّارَ.[1]

اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قابو دے دیا تو میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے اپنے کو سرخرو کروں گا اور اپنی تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا۔جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا وہ سیدھا دوزخ میں گیا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام سے خود آپ کی عبادت اور حضرت علی علیہ السلام کی عبادت کے سلسلے میں گفتگو چھڑ گئی ،تو امام سجاد علیہ السلام آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا: میں کہاں اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ذات والاصفات کہاں؟

خود امام سجاد علیہ السلام (کہ جنہیں زین العابدین کہا جاتا ہے) نے فرمایا، کیا یہ ممکن ہے کہ مثل علی علیہ السلام کوئی بننے کا دعویٰ کر سکے؟! آج تک دنیا کے بڑے بڑوں میں بھی یہ ہمت نہ ہو سکی کہ ان کے مثل ہونے کا دعویٰ کر سکیں نہ ہی ایسی کوئی فکر کرتا ہے اور نہ ہی ایسی کوئی غلطی کسی کے ذہن میں آج تک خطور ہوئی کہ وہ امیر المومنین علیہ السلام کے مثل ہونے یا ان کی طرح کام کر سکنے کا دعویٰ کرے! البتہ جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ، راستہ اور سمت سفر، وہی ہو جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا راستہ تھا جیسا کہ گزشتہ گفتگو کے دوران اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

خود آنجناب علیہ السلام نے عثمان بن حنیف کو ایک خط کے ذریعے اپنی سادہ زیستی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

أَلَا وَ إِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ.

دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی

---

[1] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 413/41 و من كتاب له ع إلى بعض عماله ..... ص: 412

پرانی چادروں اور کھانے میں سے دوروٹیوں پر قناعت کرلی ہے۔

میں اس طرح زندگی بسر کرتا ہوں۔

پھر فرمایا:

أَلَا وَإِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذَلِكَ.[1]

یعنی میں ضرور اس طرح زندگی گزار رہا ہوں مگر تم خیال نہ کرنا کہ میری طرح تم بھی ہو سکتے ہو۔

آپ کی شخصیت مجروح کرنے کے لئے حدیثیں گڑھی گئیں یا آپ کے افکار وخیالات کے برخلاف فکریں پیش کی گئیں مگر ان تمام زہر افشانیوں اور دشمنیوں کے باوجود سالھا سال گزر جانے کے بعد بھی آخر کاران اتہمات وخرافات کے دبیز پردوں کے پیچھے سے خود کو پھر سے پہچنوایا اور اپنی شخصیت کو منوانے میں کامیاب ہو گئے، یہ تھی آپ کی شخصیت اور آپ کے اندر موجود کشش۔

گل گلاب

علی علیہ السلام کی طرح کا کوئی بھی گوہر ہو جو ایک پھول کی طرح چمن انسانیت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خوشبو دیتا ہے اور خار و کانٹے خس وخاشاک اور بدبودار چیزیں اسے آلودہ نہ کرسکیں تو اس کی قیمت میں کبھی بھی کمی نہ آئے گی اگر آپ ہیرے کا کوئی ٹکڑا کیچڑ میں بھی ڈالدیں تو وہ بہرحال ہیرا ہی رہے گا اور جب بھی مٹی ہٹے گی تو وہ خود چمک کر اپنا وجود ظاہر کرے گا، تو پھر گوہر

---

[1] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 417 / 45 و من كتاب له ع إلى عثمان بن حنيف الأنصاري و كان عامله على البصرة و قد بلغه أنه دعي إلى وليمة قوم من أهلها، فمضى إليها - قوله: ..... ص: 416

بننا ہو تو اس طرح بنئے۔ ہر مسلمان فرد پر لازم ہے کہ وہ ذات علی علیہ السلام کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر نظروں کے سامنے رکھے اور اسی سمت زندگی کے سفر کا آغاز کرے۔کوئی بھی دعویٰ نہیں کرسکا ہے کہ ہم علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرح ہیں، خواہ مخواہ ان سے اور ان سے نہ کہا جائے کہ آخر آپ علی علیہ السلام کی طرح کیوں نہیں عمل کرتے آپ اس پر غور تو کریں ان باتوں کا کہہ دینا تو آسان ہے، مگر اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے، میں یہاں پر اس حقیقت کا خود اعتراف کررہا ہوں کہ ایک دن میں علی علیہ السلام کو نمونہ زندگی کے طور پر پیش کرتا تھا، مگر اس کی تہہ تک نہیں اترا تھا مگر آج جب مملکت اسلامی کی باگ ڈور ہم جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے تو پھر ان باتوں کا صحیح معنوں میں ادراک واحساس ہوتا ہے اور اب معلوم ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام واقعاً کتنے بزرگ وعالی مرتبت تھے!

علی علیہ السلام کی زندگی نمونہ عمل

اگرچہ یہ باتیں کسی خاص طبقے یا فرد سے مخصوص نہیں بلکہ سب سے متعلق ہیں مگر فی الحال میں یہ باتیں اپنے لئے اوران حضرات کے لئے عرض کررہا ہوں جو اس مملکت اسلامی میں کسی نہ کسی عہدے پر فائز ہیں امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی کچھ اس طرح تھی کہ آپ کی ذات اور وجود کی برکت سے لاکھوں لوگ اسلام اور حقیقت سے آشنا ہوئے، وہی امیرالمومنین علیہ السلام کہ جن کو تقریباً سوسال تک منبروں سے گالیاں دی گئیں ان پر لعن وطعن ہوئی، ساری دنیائے اسلام میں آپ کے خلاف زہرافشانی کی گئی۔

اگر دشمن مذاق اڑاتا ہے تو اسے مذاق اڑانے دو اسے تحقیر کرنے دو اور جو کچھ ہمارے خلاف بولنا چاہتا ہے بولنے دو، آج ہمارے لئے علی علیہ السلام کی شجاعت اور باطل کے مقابل ان کی مردانگی ایک درس عظیم ہے اور میں اپنے معزز سامعین کو عمل کرنے اور اس پر مکمل توجہ کرنے کے لیے آپ سب کو نصیحت کرتا ہوں۔ خدا انشااللہ آپ کا مددگار رہے۔

گزشتہ سترہ سالوں میں انہی بزرگوار کے نام کا سایہ اس ملت پر چھایا ہوا تھا اور اس قوم نے ان کے انوار سے کسبِ فیض کیا اور استفادہ کیا، ہم بھی اس درس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں گے اور دشمن کی خواہش کے برخلاف ہم اسی طرف آگے بڑھتے رہیں گے یہاں تک کہ انشاءاللہ وہ دن بھی آئے جب ہمارا پورا معاشرہ حقیقتاً، علوی معاشرے کی صورت اختیار

کر لے۔ [1]

امیرالمومنین علیہ السلام کے ذریعے عدالت اور حدود الٰہی کا اجراء

میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے حالات کا مطالعہ کر رہا تھا، تو مجھے احساس ہوا کہ جو عدل آپ کے بارے میں شہرہ آفاق ہے۔ اگرچہ میں گمان نہیں کرتا کہ حتی ہمارے شیعہ معاشرے اور اہم شیعوں نے بھی آپ کے اس عدل کو محسوس و ملموس کیا ہو۔ بیشتر اس کا رابطہ ان باتوں سے ہے کہ آپ راہ حق اور احکام الٰہی نافذ کرتے وقت کبھی بھی رشتہ داری رفاقت و دوستی، کسی کے ذریعے اپنی تعریف و تمجید وغیرہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے آپ بیت المال کا حساب کتاب لیتے وقت کسی قسم کی کوئی رورعایت نہیں کرتے تھے۔

نجاشی جو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے مداح تھے اور حضرت کے دشمنوں سے جنگوں میں حصہ لیا تھا کسی خلاف ورزی کی وجہ سے حد الٰہی کے مستحق قرار پائے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: کوئی بھی ہو یہ حد الٰہی ہے، جاری ہوگی۔

"حسان" نے اپنی ساری گزشتہ خدمتیں ایک ایک کر کے گنوائیں یا امیرالمومنین علیہ السلام میں آپ کا مداح ہوں میں نے آپ کی مدح وستائش میں اتنے قصیدے کہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں تو سہی اگر ایسی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے؟ جو میرے ذہن میں اس وقت ہے وہ یہ کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: میں ان سب باتوں کی وجہ سے حد الٰہی کو معطل نہیں کر سکتا، چونکہ ماہ رمضان میں دن میں شراب نوشی کی تھی لہٰذا شراب نوشی کی حد جاری ہوئی اور بیس (۲۰) تازیانے حرمت رمضان توڑنے کی وجہ سے لگائے گئے کہ اس کے بعد وہ کوفہ کو ترک کر کے معاویہ کی طرف شام چلے گئے اور شاید امیرالمومنین علیہ السلام کے خلاف شعر بھی

---

[1] خطبات نماز جمعہ، ۱۹، رمضان ۱۴۱۶ھ

کہے۔

نہج البلاغہ کے بیان کے مطابق، عبداللہ بن عباس، جو آپ کے حواریوں میں تھے اور ایک تعبیر کے مطابق اپنے سابقہ اعمال و کردار کی بنیاد پر آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بعد آپ کی حکومت میں دوسرے نمبر کی شخصیت شمار ہوتے تھے لیکن جب بصرہ میں ماموریت کے دوران عبداللہ بن عباس کے بارے میں حضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ انہوں نے بیجا مصارف بھی کئے ہیں تو آپ نے عبداللہ بن عباس کو خط لکھا اور اس سلسلے میں حساب و کتاب کا حکم فرمایا تو انہوں نے آپ کو خط لکھا جس میں اس بات کا شکوہ کیا، حضرت نے جواب میں لکھا کہ میں تم سے حساب مانگ رہا ہوں تم کو حساب دینا چاہیے گلے اور شکوے کی کیا ضرورت ہے جس کی وجہ سے وہ حضرت سے خفا ہو کر کوفہ آئے بغیر بصرہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور خود گوشہ گیر ہو گئے اور علی علیہ السلام کی تائید و تصدیق سے ہاتھ کھینچ لیا۔

ایک دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو فرصت کی تاک میں تھے قدرت و سلطنت کے بھوکے شام کی حکومت کے زیر سایہ معاویہ کی سرکردگی میں گھات لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور قبائل کے بہت سے شہرت طلب، نام و نمود چاہنے والے، اقتدار و سلطنت کے حریص معاویہ کے دسترخوان پر لقمہ توڑنے والے علی علیہ السلام سے جنگ کر رہے تھے ادھر ایک مقدس مآب، خشک و قدامت پرست گروہ بھی سر اٹھائے ہوئے ایک عجیب و غریب فضا بنائے ہوئے تھا، یہ عظیم متحدہ محاذ تھا جو حکومت امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے پر تلا ہوا تھا، جمہوری اسلامی کے قیام اور لیبرل حکومت اور بانفوذ منافقین کے زوال کے وقت جو صورتحال تھی اس صورتحال سے کافی شباہت رکھتی ہے جو ایران میں جمہوری اسلامی کے قیام کے وقت اثر و رسوخ رکھنے والے (منافقین) لیبرل حکومت کے زوال کے وقت پیدا ہوئی تھی۔

البتہ میں ان لوگوں کا ان سے موازنہ نہیں کرنا چاہتا۔ ایک وہ گروہ جو امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں، صدر اسلام میں اس فضا میں پلا بڑھا تھا، روحی اعتبار سے ان کے مقابل زیادہ

صاحب اہمیت تھا جو آج جمہوری اسلامی اور راہ انقلاب اسلامی کے مقابلے کے لئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن مجموعی طور پر ایک صورت حال نظر آتی ہے کچھ لوگ تو پہلے سیاسی طور پر نام ونمود بھی رکھتے تھے سالہا سال سیاسی جنگ بھی کی تھی۔ اگرچہ کوئی کام بھی نہیں کیا تھا اور ایک گروہ وہ تھا جو سابقہ طاغوتی سلطنت کے لئے عزادار تھا اور انہی کے ساتھ میں مشرق سے وابستہ کمیونسٹوں کے حامی اتحادی تفکر رکھنے والے بھی تھے جو مختلف ناموں اور عنوانات سے ان کے اطراف میں کھڑے نظر آتے تھے، اور مٹھی بھر اسلام پر ظاہری طور پر عمل کرنے والے کچھ اور لوگ بھی تھے جو بنام اسلام، مکمل غیر اسلامی چیزوں کو مشرق ومغرب سے جمع کر کے جہالت کا نتیجہ پیش کر رہے تھے وہیں پر انقلاب کے مخالفین کا ایک وسیع وعریض جال بھی پھیلا ہوا تھا کہ جو فضل خدا اور پروردگار کی مدد سے حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تدبیر وحکمت کی وجہ سے وہ سب کے سب کائی کی طرح چھٹ گئے اور انہیں پوری طرح شکست اٹھانا پڑی، حزب اللہ، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کا بنایا ہوا راستہ انقلاب کی راہ میں واضح تر ہو کر سامنے آ گیا، لہٰذا تاریخ کے اس بیان سے ہم جو درس عبرت لیتے ہیں وہ ہے علی علیہ السلام کا راہ حق و جہاد خدا میں اٹل ہو جانا ان کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرنا اور راہ صداقت وحق میں کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ نہ کرنا۔ [1]

خدا کے کام میں کوئی رورعایت نہیں

آپ ذرا ملاحظہ کریں کہ خلافت وحکومت امیرالمومنین علیہ السلام کے دوران دو قسم کے صحابہ اور اسلام کے بزرگ لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ تو وہ لوگ جنہوں نے جیسے ہی دیکھا کہ حضرت امیر علیہ السلام زمام حکومت ہاتھ میں لئے تخت خلافت پر متمکن ہوئے ہیں تو وہ حق کو پہچانتے ہوئے آپ کی خدمت میں اپنی پوری ہستی سمیت سرگرم خدمت ہو گئے البتہ بعض اس شدّت کے ساتھ

[1] خطبات نماز جمعہ تہران، ۶۳۔۱۴ھ ش

تونہیں مگر پھر بھی حضرت کے ساتھ آ گئے، اور کچھ وہ تھے جو شک وتردید کرنے لگے، جب کہ وفات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اب تک ۲۳ تئیس سال گزر گئے انہیں کہیں شک لاحق نہیں ہوا، اور جیسے ہی حضرت امیر علیہ السلام تخت خلافت پر بیٹھے ان کو شک ہونے لگا! بعض نے کہا:

"انا شککنا فی هذا القتال"[1]

ہمیں اس جنگ میں شک وتردد ہے۔

تو امیر المومنین علیہ السلام ان کے سامنے ڈٹ گئے۔

مسجد مدینہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کے بعد جن لوگوں نے بیعت نہیں کی تھی ان کو ایک ایک کر کے آپ کے سامنے حاضر کیا گیا تو آپ نے پوچھا: تم نے کیوں بیعت نہیں کی؟

کہا: یا امیر المومنین علیہ السلام میں دوسروں کا منتظر ہوں کہ وہ بیعت کر لیں پھر میں بھی بیعت کروں!

حضرت نے کہا: جاؤ۔

اسی طرح ایک کے بعد دوسرے آتے گئے اور حضرت نے ان سب سے عدم بیعت کا سبب دریافت کیا، انہیں بزرگوں میں سے "عبداللہ ابن عمر" بھی تھے انہیں بھی مسجد میں لایا گیا، امیر المومنین علیہ السلام نے سوال کیا تم نے بیعت کیوں نہیں کی؟ کچھ دیر تک ہاتھ ملتے رہے پھر کچھ توقف کیا اور مثلاً کچھ اس انداز سے کہا کہ اچھا، ٹھیک ہے!

مالک اشتر جو وہاں کھڑے ہوئے ماجرا دیکھ رہے تھے کہا: یا امیر المومنین علیہ السلام! آپ اجازت فرمائیں کہ میں ان کا سر (جو خلیفہ دوّم کے بیٹے بھی ہیں) قلم کر دوں تا کہ دوسروں کو بھی اندازہ ہو جائے کہ یہ کوئی شوخی اور مذاق نہیں ہے اور رورعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام ہنسے اور فرمایا: نہیں جانے دو یہ شخص جوانی میں بھی بداخلاق تھا اور آج

---

[1] بحار الانوار، ج ۳۲۔ص ۴۰۶

جب بوڑھا ہو چکا ہے پھر بھی وہی حال ہے۔

اس دن "مالک اشتر" نے وہ تاریخی جملہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا اور کہا: یا امیر المومنین علیہ السلام! انہیں نہیں معلوم کہ آپ کے پاس بھی تلوار و تازیانہ ہے، لہٰذا اجازت دیں میں ایک کا کام تمام کر دوں تا کہ یہ اپنی اوقات کو سمجھ سکیں۔

یاد رکھیئے یہ غلط فہمی ہے لوگوں کو کہ وہ خیال کرتے ہیں حکومت اسلامی، شمشیر و تازیانے سے کام نہیں لیتی، اس میں روک ٹوک نہیں پائی جاتی، بلکہ یہ خیال خام ہے وہ تو بلا تکلف مجرمین کو سزا دیتی ہے کیونکہ یہ کام خدا کا کام ہے جس میں کوئی رورعایت ہے ہی نہیں، وہ لوگ جو اس طرح حکومت اسلامی کے مقابلے کے لیے ڈٹے ہوئے ہیں یا وہ لوگ جو مقابلہ تو نہیں کرتے مگر کسی خدمت کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی روش میں نظر ثانی کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ اور اس نظام و مملکت اسلامی کی قدر کریں، ذرا کوئی بتائے تو سہی اس طول تاریخ میں کب اسلام آج کی طرح سے اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر حکومت و سلطنت کر سکا اور دنیا میں اپنا لوہا منوا کر عزت و وقعت کمائی؟ لہٰذا یہ ایک سنہری موقع ہے جسے ہم سب کو غنیمت جاننا چاہیے۔ [1]

---

[1] حدیث ولایت۔ ج ۴، ص ۳۲-۳۱

علی علیہ السلام کے ہاں کوئی ساز باز ممکن نہیں

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی اور دوران حکومت ثابت کر دیا کہ وہ ایک ثابت قدم اور استوار انسان ہیں جو کسی معاملے میں کوئی سمجھوتہ یا ساز باز سے کام نہیں لیتے اور وہ واقعی ایک اصول پسند آدمی ہیں؛ میں ان کی اسی صفت کے دو نمونے آج مختصر طور پر آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں:

احکام اسلامی میں آپ کا اٹل رہنا اور کوئی سمجھوتہ نہ کرنا

امیر المومنین علیہ السلام کسی قیمت پر احکام اسلام۔ یعنی وہ چیز جس کا حکم قرآن دے رہا ہے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا ہے اور مسلمانوں نے اسے سمجھا اور جانا پہچانا ہے۔ حاضر نہیں تھے کہ کوئی تغیر و تبدل پیش آئے چاہے وہ مصلحت و مفاد پرستی کی وجہ سے ہو یا پھر "اجتہاد بہ رائے" کی بنیاد پر یہ تبدیلی ہو۔ حضرت امیر علیہ السلام سے قبل، خلفاء "اجتہاد بہ رائے" کو جائز سمجھتے تھے اور خود برادران اہلسنت بھی اسے مانتے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام اس "اجتہاد بہ رائے" کو ناقابل قبول سمجھتے تھے آپ تنہا، "کتاب خدا اور سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" یعنی قرآن اور قول و فعل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پر عمل کرنے کو قبول رکھتے تھے۔

آپ ذرا تاریخ میں ان کی مثالوں اور نمونوں کو کھنگالیں اس وقت آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ امیر المومنین علیہ السلام جو کہ ساز باز کو پسند نہیں کرتے تھے ان کی انقلابی حکومت کے لئے

دردسر کا نقطہ آغاز کہاں پر ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بیت المال کی تقسیم برابر سے تھی یہ کوئی نہیں کہتا تھا کہ فلاں، پہلے ایمان لائے ہیں، جو پہلے مسلمان ہوئے تھے یا جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے، اور وہ جو مکے سے ہجرت کر کے آئے تھے، جو مدینہ میں تھے یا جو صالح تھے، جوان پڑھ تھے سب کے سب بیت المال سے اپنا اپنا وظیفہ دریافت کرتے تھے ان میں کوئی تفریق نہیں تھی، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان چیزوں کو امتیاز نہیں مانتے تھے تا کہ اس وجہ سے کسی کا حصہ زیادہ نہ ہو، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی، خلافتِ حضرت ابوبکر دو سال سے کچھ زیادہ مدّت تھی۔

یہی صورتحال رہی کہ تقسیم بیت المال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، خلافت عمر بن خطاب کے دوران ایک مدت تک یہی صورتحال رہی مگر کچھ زمانے بعد خلیفہ دوم کے ذہن میں آیا کہ بہتر ہے مسلمانوں میں جو ظاہری امتیاز پائے جاتے ہیں اس کی بنیاد پر ایک کو دوسرے پر ترجیح دوں، یہ وہ چیز تھی جس کے بعض مسلمان بھی حامی تھے اور عمر بن خطاب کے اعتقاد میں بھی یہ اسلامی سماج اور مسلمانوں کے حق میں ایک مثبت قدم تھا، اور سابقین وغیر سابقین، جو پہلے مسلمان ہوئے تھے اور جو بعد میں اسلام لائے تھے وہ آخر یکساں طور پر بیت المال سے کیوں استفادہ کریں؟ جو پہلے اسلام لائے تھے۔ مہاجرین وانصار کے مابین فرق کیا جائے لہٰذا انھوں نے کہا مہاجرین انصار پر فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ مہاجرین مکہ میں دورانِ سختی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے اورانہوں نے جنگ کی لیکن انصار جب حکومت اسلامی کا قیام ہوا اس وقت مسلمان ہوئے ہیں، اس کے علاوہ مہاجرین کے درمیان بھی جو قریش تھے ان کو غیر قریش پر حق تقدم حاصل تھا، قبائل کے درمیان مضر جو عرب کا مشہور قبیلہ تھا اس کو قبیلہ ربیعہ پر ترجیح دی، مدینہ کے مشہور و معروف قبائل میں اوس کو خزرج پر فضیلت دی۔

بہرحال ان کے ذہن میں اس کی ایک توجیہ تھی کہ میرا خیال ہے یہ تفریق و امتیاز بیسویں ہجری یعنی آغاز خلافت عمر سے سات ۷، آٹھ ۸ سال بعد یہ کام شروع ہوا وہ ان کا کہنا تھا

میں نے اس لیے یہ تفریق کی تا کہ دلوں میں الفت ایجاد کرسکوں، گویا وہ خیال کررہے تھے یہ کام ہونا چاہیے اور اپنی نظر و" اجتہاد بہ رائے" کی وجہ سے یہ کام انجام دیا کہ زندگی کے آخری مہینوں میں اپنے کام پر عمر کو شرمندگی تھی کہ میں نے عبث (فضول) یہ کام کرڈالا وہی روش اچھی تھی جو زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رائج تھی اور بعد میں ابوبکر کی خلافت میں بھی رائج رہی اگر میں زندہ رہا تو پھر سے وہی روش اپناؤں گا اور مسلمانوں کے درمیان برابری کروں گا، البتہ عمر زندہ نہیں رہے اور انہی ایام یا مہینوں میں چل بسے۔

عمر کے بعد خلافت عثمان کے زمانے میں خلیفہ موجود کی عدم قوت ارادی کی وجہ سے یہ روش اور پھیل گئی، اور بعض لوگوں نے تو مختلف بہانوں، مختلف عنوان کے تحت بیت المال سے خوب فائدہ اٹھایا اور دوران خلافت عثمان بارہ ۱۲ سال یہی عمل جاری رہا۔

حفاظت بیت المال میں پرعزم

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی جب خطبہ دیا تو سب سے پہلے جو باتیں فرمائیں اس میں سے ایک یہ تھی "واللہ لو وجدتہ تزّوج بہ النّسائ" اگر یہ بیت المال بغیر کسی حق یا استحقاق کے کسی مسلمان کو دیا گیا، اگر اس پیسے سے عقد کیا گیا، کسی عورت کا حق مہر دیا گیا، کوئی کنیز خریدی گئی اور مثلاً اس سے صاحب فرزند ہوئے ان سب کے باوجود میں ان غصبی پیسوں کو بیت المال تک لوٹا کر رہوں گا! یہ ہے امیر المومنین علیہ السلام کا عزم راسخ جو حکم خدا اور سنّت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں آپ انجام دے رہے ہیں۔ البتہ امیر المومنین علیہ السلام بھی یہاں مصلحت سے کام لے سکتے تھے مگر کوئی مصلحت اندیشی درمیان میں نہیں آنے دی یہی وجہ ہے کہ آپ نے طلحہ وزبیر سے ایک ہی جملے میں اپنی ساری پالیسی پیش کردی کہ جس سے ساری چیزیں انسان کے لیے واضح ہوجاتی ہیں طلحہ وزبیر آپ کی خدمت میں آئے کہنے لگے: یا امیر المومنینؑ!

آپ ممالک کے حکام اور عاملین کے نصب وعزل میں ہم لوگوں سے کیوں مشورہ نہیں لیتے؟ آپ ہم لوگوں سے اس سلسلے میں رائے ومشورہ لیا کریں۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا؛ جو خلافت تم لوگوں نے میرے اوپر لاد دی ہے اس کو ذرّہ برابر بھی نہیں چاہتا تھا اور اب جبکہ یہ ذمہ داری میرے کاندھوں پر آ ہی گئی ہے:

فَلَمَّا أَفْضَتْ إِلَيَّ.

تو جس وقت خلافت میرے ہاتھوں آئی

نَظَرْتُ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَمَا وَضَعَ لَنَا وَأَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهِ فَاتَّبَعْتُهُ.

میں نے قرآن میں غور وفکر کیا دیکھا وہ ہمارے لیے قوانین ودستورات پیش کرتا ہے اور میں نے اسی قوانین کی پیروی کی؛

وَمَا اسْتَنَّ النَّبِيُّ ص فَاقْتَدَيْتُهُ.

میں نے سنّت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو جو آپ نے اپنے زمانہ حکومت میں طریقہٴ کار اپنایا تھا میں نے اسے بھی دیکھا اور اس پر عمل درآمد کیا۔

فَلَمْ أَحْتَجْ فِي ذَلِكَ إِلَى رَأْيِكُمَا وَلَا رَأْيِ غَيْرِكُمَا.[1]

تو پھر مجھے کسی سے رائے ومشورہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی پھر تم لوگوں سے میں کیا مشورہ لیتا! اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت رائے ومشورے کے مخالف تھے؛ نہیں بلکہ وہ یقیناً مشورہ کرتے تھے اور ان کی زندگی میں جابجا مشورے نظر آتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ایک ممتاز طبقہ جو خلیفہ سوم کے زمانے میں بیت المال اور مسائل مسلمین، میں تصرف اور اپنی رائے پیش کرنے کا حق سمجھنے لگا اور ان کا خیال یہ تھا کہ حاکم اسلامی کو اس طبقہ ممتاز کی پیروی کرنا

[1] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 322 / 205 و من كلام له ع كلم به طلحة و الزبير بعد بيعته بالخلافة و قد عتبا عليه من ترك مشورتهما، و الاستعانة في الأمور بهما ..... ص: 321

چاہیے۔حضرت اس گروہ کو مردہ سمجھتے تھے اور حضرت جس چیز کو حجت سمجھتے تھے خود کو اس کا پابند جانتے تھے اور وہ کتاب اللہ وسنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔یہ آپ کی ثابت قدمی اور راہ حق میں بے خوف وخطر ہو کر ساز باز سے پرہیز کرنے کی دلیل ہے۔

آپ نے سارے احکام اسلامی کے مقابل یہی رویہ اپنایا چاہے وہ "نماز تراویح" کا مسئلہ ہو یا دیگر مسائل، وہ چیزیں جو گزشتہ خلفاء کے نزدیک از روئے اجتہاد (کہ وہ اجتہاد بہ رائے کو حجتّ جانتے تھے)اور دینی حیثیت سے لوگوں کی زندگی میں وارد ہو چکا تھا امیر المومنین علیہ السلام نے ان سب کو لغو قرار دے دیا، اور پوری قاطعیت کے ساتھ آپ جس چیز کو اسلام سمجھتے تھے قرآن وسنّت سمجھتے تھے اس پر عمل پیرا تھے یہ آپ کی قاطعیت واستواری عمل کا ایک اور نمونہ ہے۔

بے جا توقعات کے مقابلہ میں اٹل رہنا

ایک دوسرا نمونہ جو آپ کی ثابت قدمی اور قاطعیت کی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کی بیجا توقعات کہ طلحہ وزبیر کا قصہ اس سلسلے میں آپ پڑھ چکے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کچھ نمونے ہیں۔آپ جیسے ہی خلافت پر بیٹھے لوگوں کی توقعات منہ پھیلائے سامنے آ گئیں، اسلام کے مشہور ومعروف چہرے جن کی توقعات پوری نہیں ہوئیں وہ حضرت سے دور ہوتے گئے طلحہ وزبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف اور اسی قسم کے بعض دیگر لوگ کہ جو مشہور ومعروف بھی تھے، صحابی بھی تھے، محترم اور بزرگ بھی مانے جاتے تھے مگر ان کی حیثیت ایک ضعیف وکمزور انسان سے زیادہ کچھ نہ تھی۔کبھی کبھی انسان کی خواہشات نفس مقدر ساز جگہوں پر انسان کی بصیرت سلب کر لیتی ہے اور جو عمل اس کی بصیرت کے مطابق ہونا چاہیے یہ نفس اس کے درمیان فاصلہ ڈال دیتا ہے اور وہ درست فیصلہ لینے سے عاجز ہو جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ بعض لوگ امیر المومنین علیہ السلام کو

چھوڑ کر چلے گئے میں گمان نہیں کرسکتا کہ آج دنیائے اسلام میں حتی ایک شخص بھی پایا جائے جو ان اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امیر المومنین علیہ السلام کو چھوڑ جانے پر ملامت نہ کرے البتہ جو لوگ اس دوری اختیار کرنے کو عیب نہیں شمار کرتے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے توبہ کرلی تھی یا غلطی کی تھی مگر یقیناً کوئی ایسا نہیں کہ جو اس کام کو سراہتا ہو۔اس غیر پسندیدہ کام کو بہتوں نے انجام دیا ہے؟ اس لئے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کی توقعات کو تسلیم نہیں کرتے تھے، انہیں بیجا توقعات میں سے یہ بھی ایک توقع تھی کہ معاویہ کو فی الحال ہٹایا نہ جائے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام معاویہ کو لمحہ بھر کے لئے حکومت اسلامی میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

معاویہ کے بارے میں اہل سنّت کا نظریہ

میں ایک بار پھر اس مجمع میں موجود تمام شیعوں کی خدمت میں (کہ اس ملک میں آپ کی اکثریت ہے) اور دیگر ممالک میں رہنے والے شیعہ حضرات کی خدمت میں تاکید کر دینا چاہتا ہوں، کہ ہمارے سنی برادران معاویہ کے سلسلے میں دو نظریے رکھتے ہیں ایک گروہ معاویہ کو مانتا ہے دوسرا گروہ نہیں مانتا، شافعی مسلک کے سنّی برادران زیادہ تر معاویہ کو قبول نہیں کرتے، یہاں تک کہ معاویہ کے بارے میں کتابیں لکھیں ہیں، مصر کے مشہور و معروف مصنف "عباس عقاد" نے معاویہ کے بارے میں ایک کتاب "معاویہ فی المیز ان" لکھی ہے جس میں معاویہ کو تولا ہے ایک نہایت عجیب و غریب کتاب جس میں معاویہ کے کردار کا تجزیہ کیا ہے۔

البتہ بہت سے برادران اہل تسنن جو حنفی مسلک ہیں اور ہمارے ملک کی جنوبی اور مشرقی سرحدوں پر آباد ہیں۔ اور اسی طرح عالم اسلام میں زندگی گزار رہے ہیں یہ لوگ معاویہ کو مانتے ہیں، اور ہم لوگ کہ جو معاویہ کو نہیں مانتے ان کے احساسات کو مجروح بھی نہیں کرنا چاہتے اور ان کی رائے کا احترام کرتے ہیں ہم اُن کی توہین نہیں کرتے، مگر جو تاریخی حقائق ہیں اس کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام معاویہ کو قبول نہیں کرتے تھے حضرت امیر علیہ السلام، اور معاویہ کا کوئی تقابل ہی نہیں تھا۔ یہ تو تاریخ اور زمانے کے بدترین مظالم میں سے ایک ظلم تھا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا معاویہ سے موازنہ کیا گیا۔ اس لیے نہیں کہ معاویہ نے اپنی حکومت میں سیاہ

کارنامے انجام دیئے یا حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ کیا نہیں کیا بلکہ یہ موازنہ اس لئے غلط ہے کہ خود اس کی شخصیت اس قابل نہیں، چاہے اسے قبل از خلافت حضرت امیر علیہ السلام دیکھا جائے یا بعد از خلافت۔

امیرالمومنین علیہ السلام اس ذات کا نام ہے کہ جو اسلام کی کرن پھوٹتے ہی ایمان لائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے "قولوا لا الہ الاّ اللہ" جاری ہونے کے بعد مردوں میں اگر کسی نے یہ دعوت قبول کی ہے تو وہ علی علیہ السلام ہیں اور پھر تا دم مرگ یعنی پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک حضرت علی علیہ السلام اسی راہ میں عاشق صادق کی طرح ڈٹے رہے، جہاد کیا، ہزاروں مرتبہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کا دفاع کیا مقدسات اسلامی کی پاسبانی کی، مومنین واقعی اور مخلصین کی جان بچائی ساری زندگی زحمت و رنج اٹھاتے رہے ایک شب بھی آسودہ خاطر ہو کر نہ سو سکے، اور اسی ایماں کی وجہ سے مکہ میں تیرہ سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور مدینہ میں دس سال تک تمام آزمائشوں، مشکلات وحوادث میں حضرت کے شانہ بشانہ، سائے کی طرح ساتھ ساتھ تھے۔ یہ تو رہا سکّے کا ایک رُخ اُدھر آپ کا علم، معرفت، تقویٰ و پارسائی، جہاد، دنیا سے بے توجہی، زہد کہ جب یہ ساری خصوصیتیں سامنے آتی ہیں تو ذہن میں ایک عظیم انسان کا تصور ابھرتا ہے۔

اب آ کے ذرا معاویہ کو بھی دیکھ لیجئے، یہ وہی شخص ہے کہ جس وقت امیرالمومنین علیہ السلام ایمان لاتے ہیں یہ ایمان سے کوسوں دور تھا، حضرت امیر علیہ السلام نے اسلام کا دفاع کیا اور اس کے باپ، بھائی، خاندان والے اور خود یہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیرالمومنین علیہ السلام اور اسلام کے مقابلے میں صف آرائی کئے ہوئے تھے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری تیرہ سالہ مکی زندگی میں گروہ ابوسفیان اور اس کے بیٹے جنگ وجدال کر رہے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے پھر بھی یہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے اور مستقل فتنہ پروری کرتے رہے اور جنگ کرتے رہے بدر و احد، خندق کو ان ساری جنگوں میں کہ آٹھ ہجری تک سر اُٹھاتی رہیں ہیں

حضرت امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت ومدد کے لئے ساتھ ساتھ تھے معاویہ آپ کے مقابل جنگ وجدال کر رہا تھا، یہاں تک کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا۔اوراب ان سب کو مایوسی ہوگئی۔اس وقت ابوسفیان اسلام کے مقابل جھکا اور سارے مغلوبین نے بنا بر مجبوری اپنے سر اسلام کے سامنے جھکا دیئے کہ جس میں سے ایک معاویہ بھی تھا!

آپ ذرا غورتو فرمائیں ان دو شخصیتوں کے حالات کہ ان میں سے ایک ابتدا سے ہی اسلام کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے، اسے پروان چڑھاتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے اس راستہ میں تلوار چلاتا ہے یہاں تک کہ اسی شمشیر زنی کے نتیجہ میں ایک دن مکے کی فتح نصیب ہوتی ہے جب کہ دوسرا شخص وہ ان ساری مدتوں میں ایمان سے بے بہرہ اسلام سے دور، اس سے جنگ و جدال کرتا ہے اور جب مکہ فتح ہوتا ہے تو وہ بھی ایمان لیے آتا ہے یعنی جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب ہو جاتے ہیں تو یہ تسلیم ہوجاتا ہے اور یہ صورتحال جو میں نے بیان کی ہے اس سے دونوں اشخاص کے مابین ایک بڑے فاصلے کو سمجھا جاسکتا ہے۔

بہرصورت امیر المومنین علیہ السلام کسی لحاظ سے بھی معاویہ کو ولایت وامارت اسلامی کے لیے مناسب نہیں سمجھتے تھے لہٰذا آپ جیسے ہی برسرِ خلافت پر بیٹھے معاویہ کو معزول کر دیا جب کہ اس سے قبل سالہا سال سے اس کا بھائی، یزید بن ابوسفیان، پھر معاویہ خود شام میں حکومت کر رہا تھا حضرت نے اس کو معزول کر دیا! حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے کچھ لوگوں نے کہا: آپ اس قدر معاویہ کو معزول کرنے میں جلد بازی نہ کریں، ذرا اپنی حکومت کے پائے مستحکم کر لیجئے پھر یہ کام کریں فرمایا:

أَتَأْمُرُونِّي أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ. [1]

اور پھر وہ حضرتؑ سے علیحدہ ہوگئے اگر چہ دشمنوں سے بھی جا کر نہیں ملے کہ اس کی توقع

---

[1] الغارات (ط-القديمة) / ج1 / 48 / سيرته ع في المال..... ص: 31

بھی ان سے نہیں تھی۔

تاریخ میں جس قدر غور و غوض کریں آپ کو ایسی بہت سے مثالیں علی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں نظر آئیں گی۔تو آیئے ہم بھی اپنی زندگی میں ان سب باتوں کو جگہ دیں اور حضرت کی اتباع میں اپنے رفتار و اعمال کی تصحیح کریں۔[1]

تم مجھے حساب دو

اس سے پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ "عبداللہ بن عباس" آپ کے چچا زاد بھائی، شاگرد، محب اور ان افراد میں سے ہیں جن کو دوسروں کی بہ نسبت امیرالمومنین علیہ السلام کی مصاحبت کا زیادہ شرف حاصل ہے، اور آپ کی جانب سے بصرہ کے والی بھی مقرر ہوئے تھے، اور اگرچہ یہ واقعہ آپ کی زندگی میں رونما ہوا اور نہج البلاغہ میں اس کا تذکرہ بھی ملتا ہے اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس پر شدید ردعمل بھی ظاہر کیا تھا مگر وہ آخر تک آپ کے مرید رہے بلکہ آپ کے مبلغ اور وفادار اور آپ کی عقیدت و محبت کے منادی تھے اور آپ کی رفاقت سے تا حیات منہ نہیں موڑا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت علیہ السلام کو خبر ملی کہ "عبداللہ بن عباس" نے بیت المال کا کچھ بیجا تصرف کیا ہے لہٰذا حضرت نے ایک خط میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ تم مجھے اس کا حساب دو!

ذرا توجہ کریں حضرت نے یہاں یہ نہیں دیکھا کہ وہ میرے چچا کے لڑکے ہیں اگر میں ان سے حساب و کتاب کے لیے کہوں گا تو انہیں برا لگے گا وہ اسے اپنی اہانت سمجھے گا۔جب ہم جانتے ہیں کہ ہر آن فردی یا اجتماعی ذمہ داری رکھنے والا کوئی بھی شخص لغزش کر سکتا ہے، راستے سے

---

[1] حدیث ولایت، ج ہفتم۔ص ۱۷۷۔۱۷۶

بھٹک سکتا ہے تو پھر اس میں لحاظ کرنا، تکلفات سے کام لینا وغیرہ خود اپنی جگہ ایک بیجا چیز ہے۔ کسی کی ناراضگی کے ڈر سے اپنی یہ ذمہ داری پوری نہ کرنا غلط ہے اس لیے کہ حساب و کتاب لینا یا ذمہ داران مملکت پر نظر رکھنا، ایک ذمہ دار حاکم کا فریضہ عینی ہے۔

تقسیم مناصب اور عہدے سے برخواست کرتے وقت علی علیہ السلام کے اٹل فیصلے

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہر عہدہ و منصب ہر ایک کے حوالے نہیں کیا جا سکتا قانون اور ضابطے کے تحت عہدہ لیتے وقت شخص کے لیے اس عہدے کی اہلیت رکھنا ضروری ہے۔اور حضرت امیر علیہ السلام کی حکومت میں اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا۔انہی موارد میں سے ایک مورد یہ بھی ہے کہ جب حاکم شام کی طرف سے مصر کی حکومت پر دشمنوں کے حملہ بڑھنے لگے اور حضرت کو یہ احساس ہونے لگا کہ والی مصر حضرت محمد بن ابی بکر جو حضرت کے مخصوص شاگردوں اور دوستوں میں سے تھے۔مصر کی حکومت کو نہیں سنبھال سکتے اور وہاں کسی قوی و طاقتور شخصیت کی ضرورت ہے تو آپ نے مالک اشتر کو مصر کا والی بنا دیا اگرچہ جناب مالک اشتر مصر جاتے وقت راستے ہی میں دشمن کے ناپاک عزائم کا شکار ہو کر شہید ہو گئے اور مصر تک نہیں پہنچ سکے مگر جب حضرت کو یہ احساس ہوا کہ مالک اشتر اس کام کے لیے زیادہ اہل ہیں تو انہیں فوراً مصر روانہ کر دیا اور محمد بن ابی بکر کو وہاں کی حکومت سے معزول کر دیا۔

بہر حال آپ بھی بشر اور ایک انسان تھے۔اس لئے آپ کو برا لگا اور حضرت کو ایک شکایت آمیز خط لکھا۔حضرت آپ کو اپنا بیٹا بنا چکے تھے اور آپ سے غیر معمولی محبت کرتے تھے مگر جواب میں لکھا "میں نے چونکہ مالک اشتر کو اس عہدے کے لیے زیادہ اہل پایا اس لیے تمھیں

معزول کر کے انہیں بھیج رہا ہوں، میں تم سے بدگمان نہیں ہوں ہاں البتہ مالک اشتر کو اس جگہ کے لیے بھیج دیا ہے اس لیے نہیں کہ میں نے تم کو حقیر جانا ہے یا تم سے مجھے کوئی بدگمانی ہو گئی ہے" یہ ہے علی علیہ السلام کا اٹل فیصلہ۔ [1]

[1] جنگ جمل

حضرت علی علیہ السلام پر تھوپی جانے والی جنگیں

خلافت امیر المومنین علیہ السلام کے دوران تین جنگیں ایسی ہیں جو زبردستی حضرت علی علیہ السلام پر تھوپی گئیں اور آپ نے کسی جنگ میں بھی پہل نہیں کی۔

جنگ جمل

یہ وہ جنگ ہے جس کے سردار اسلام کے دو بڑے سردار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور اپنے وقت کے جانے پہچانے دو نورانی چہرے طلحہ و زبیر تھے۔ حضرت کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے بیعت توڑ دی ہے اور بصرہ گئے ہوئے ہیں اور اپنے ساتھ ام المومنین عائشہ کو بھی مدینے سے پٹی پڑھا کر مکے اور پھر مکے سے بصرہ لے گئے جب کہ یہ لوگ پہلے علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے، اس وقت امیر المومنین علیہ السلام ایک عظیم لشکر لے کر ان کے مقابلے کیلئے نکلے مگر آپ نے صف آرائی سے پہلے ان کو صلح و آشتی کی دعوت دی اور چاہا کہ مسلمانوں میں خونریزی کے بغیر یہ معاملہ سلجھ جائے اس لیے آپ نے نرم رویہ اپنایا اور مذاکرہ کرنے کے لئے ابن عباس کو زبیر کے پاس بھیجا اور ان کو یہ ہدایت دی کہ دیکھو طلحہ کے پاس نہ جانا اس لیے کہ وہ ایک تند خو آدمی ہے اور اس کے مقابلہ میں زبیر کچھ نرم خو انسان ہیں:

وَلَكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ.

ذرا دیکھئے انداز امیر المومنین علیہ السلام کیا ہے فرماتے ہیں:

فَإِنَّهُ أَلْيَنُ عَرِيكَة.

زبیر نرم خو ہیں:

فَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ.

توتم جا کے زبیر سے کہو کہ تمہارے ماموں کے بیٹے تم سے کہہ رہے ہیں زبیر امیرالمومنین کی پھوپھی کے بیٹے اور امیرالمومنین زبیر کے ماموں کے بیٹے ہیں اور اوائل بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دونوں ایک دوسرے کے قدیمی دوست تھے مکہ مدینہ اور جنگوں میں ساتھ ساتھ تھے اور قتل عثمان کے بعد طلحہ اور زبیر دونوں نے آکر حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے، اب حضرت اس نرمی اور محبت سے گفتگو کر رہے ہیں کہ تمہارے ماموں زاد بھائی تم سے یہ کہہ رہے ہیں

عَرَفْتَنِي بِالْحِجَازِ وَ أَنْكَرْتَنِي بِالْعِرَاق.

کہ آخر تم کو کیا ہو گیا کہ حجاز میں تم نے مجھے پہچانا اور جب عراق میں آئے تو جیسے تم مجھے نہیں جانتے !؟ یعنی وہاں تو تم نے مجھے خلیفہ مسلمین سمجھ کر میرے ہاتھ پر بیعت کی مجھے امیرالمومنین مانا لیکن آج عراق میں اسی بات کو تم نے بھلا دیا، اور مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا؟

فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا. [1]

تم خود بتاؤ تو سہی آخر تم نے کیوں بیعت شکنی کی؟ آخر میں نے کیا کیا ہے جو تم آج جنگ کرنے پر تلے ہوئے ہو؟

امیرالمومنین کا زبیر سے خطاب کا یہ انداز تھا! البتہ خود آپ نے زبیر سے گفتگو بھی کی مگر اس کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ اس کے بعد پھر امیرالمومنین نے میدان جنگ میں زبیر کو پکارا اور ان سے گفتگو کی البتہ یہاں حضرت علیہ السلام کی بات مؤثر ثابت ہوئی اور زبیر جنگ کئے بغیر میدان

---

[1] نهج البلاغة (للصبحی صالح) / 74 / 31 و من كلام له ع لما أنفذ عبد الله بن عباس إلى الزبير يستفيئه إلى طاعته قبل حرب الجمل..... ص: 74

چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اتفاقاً راستے میں کسی نے زبیر کو دیکھا اور قتل کر دیا امیر المومنین کو اس کا بہت افسوس ہوا اور آپ نے ان کے قتل پر رنج و غم کا اظہار فرمایا، جنگ جمل میں آپ کے ساتھ یہ صورتحال پیش آئی کہ جب آپ نے دیکھا یہ لوگ آپ کی بات پر کان تک نہیں دھرتے تو پوری جرأت و ہمت کے ساتھ ان سے جنگ کی، بہت سے لوگ اس جنگ میں مارے گئے، کچھ اسیر ہو گئے اور کچھ فرار ہو گئے۔

جب آپ نے اسیروں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا اموی حیلہ گروں کا اس جنگ میں بھی ہاتھ ہے مروان بن حکم جو معاویہ اور بنی امیہ کے نزدیک ترین افراد میں سے ایک تھا حضرت کے ہاتھوں جنگ جمل میں اسیر ہوا، اس نے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام سے التماس کی تا کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے اس کی جان بخشی کروا دیں۔ دونوں حضرات نے اس پر ترس کھا کر اپنے والد سے اس کی سفارش کی اور حضرت نے اس سے بیعت لئے بغیر آزاد کر دیا!

یہ ہے جمل کا قصہ!

جنگ صفین

آنجناب پر تھوپی جانے والی ایک دوسری جنگ صفین ہے جو سخت ترین جنگ تھی، یہ اس وقت کی بات ہے جب امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ سے شام کی حکومت چھوڑ دینے کا حکم صادر کیا تھا، اصولاً معاویہ کو آپ کا یہ حکم قبول کرنا چاہیے تھا کیونکہ مسلمانوں کا خلیفہ اسے برخواست کر رہا تھا اور اس کے پاس عقلی، منطقی، یا حدیث و سنت اور شرع سے کوئی دلیل نہیں تھی جس کی بنا پر وہ اس منصب کا حقدار ہوتا مگر وہ امام علیہ السلام کے حکم کے برخلاف اکڑ گیا اور جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے جب یہ صورتحال دیکھی شام کی طرف لشکر لے کر چل پڑے اور صفین،

میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آ گئے پہلے حضرت علیہ السلام نے گفتگو سے اس مسئلہ کا حل نکالنا چاہا اور فرمایا: اگر یہ ہماری نصیحت کو قبول کر لیں اور ہماری بات مان لیں تو پھر تلوار نہیں اٹھاوں گا۔

لہٰذا حضرت نے جنگ کرنے کے بجائے پہلے پہل انہیں نصیحت کرنے کی کوشش کی اور مقابل مسلسل ہی شیطنت کرتا رہا اس کے باوجود امیر المومنین علیہ السلام نے مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر جنگ میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ آپ کے بعض اصحاب نے یہاں تک کہہ دیا: یا امیر المومنین علیہ السلام! کیا آپ لشکر معاویہ سے خوف کھا رہے ہیں! جو لڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے!

حضرت علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے ڈرپوک سمجھتے ہو؟! جس نے عرب کے بڑے بڑے پہلوانوں کو مٹی چٹائی، جس نے کبھی بھی میدان سے فرار نہیں کیا وہ جنگ کرنے سے ڈرے گا؟

فَوَاللهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْماً إِلَّا وَ أَنَا أَطْمَعُ أَنْ تَلْحَقَ بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي.

جو میں جنگ میں دیر لگا رہا ہوں بخدا صرف اس لئے کہ شاید ان میں کا کوئی گروہ بصیرت پائے اور مجھ سے آ ملے اور اس طرح وہ گمراہی سے چھٹکارا پا جائے۔

ذَلِكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْتُلَهَا عَلَى ضَلَالِهَا.[1]

اور میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ یہ گمراہی میں قتل ہونے کے بجائے میرے ہاتھوں ہدایت پا جائے اور وہ نجات یافتہ ہو جائے۔

صلاحیت و قاطعیت کے ساتھ ساتھ امام کی شفقت و محبت کو ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ ان کا ارادہ یہ ہے کہ صفین میں کسی بھی صورت یہ فریب خوردہ، یہ گنہگار یہ غلطی پر اٹل ہو جانے والے امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھوں، نجات پا جائیں، صحیح راستے پر آ جائیں مگر معاویہ کے سپاہیوں نے

---

[1] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 91 / 55 و من كلام له ع و قد استبطأ أصحابه إذنه لهم في القتال بصفين..... ص: 91

آغاز ہی سے جنگ کو ہوا دی اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ جنگ میں کوئی شک وتر دید رہنے نہ پائے، انہوں نے آتے ہی سب سے پہلے نہر کے پانی کو اپنے قبضہ میں کر لیا جب کہ دونوں اس پانی کے برابر کے حق دار تھے جب حضرت علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ وہاں پہنچے تو دیکھا یہ چشمہ تو معاویہ کے قبضہ میں ہے ایک۔۔۔خطبہ ارشاد فرمایا۔ بہت مختصر مگر بہت ہی جامع وغرّا۔ اور کہا:

أَوْ رَوُّوا السُّيُوفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَاءِ. [1]

یا توتم لوگ یہ ننگ و ذلت قبول کرو اور پیاس سے ہلاک ہو جاؤ یا پھر اپنی تلواروں کو دشمن کے خون سے سیراب کرو تاکہ خود تم سیراب ہو سکو!

یہ سن کر امیر المومنین علیہ السلام کے سپاہیوں نے دشمن پر حملہ کر دیا، گھاٹ کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ خود بھی سیراب ہوئے اور دشمن کو بھی پانی سے منع نہیں کیا یعنی دشمن کی گھناؤنی حرکت خود انجام نہیں دی۔ اور ان کے لیے گھاٹ پر کوئی پہرہ نہیں لگایا، مگر معاویہ کے خیانت آمیز فشار اور دباؤ کی وجہ سے جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے قریب تھا کہ یہ جنگ علی علیہ السلام کے حق میں خاتمہ پائے مگر معاویہ اور عمرو عاص کی طے شدہ سازش کے تحت قرآن نیزوں پر اٹھا کر حکمیت جیسے المناک فیصلے پر اس جنگ کو بلا نتیجہ ختم کر دیا گیا۔ جو اپنی جگہ تاریخ کی ایک تلخ داستان ہے۔

جنگ نہروان

صفین کی جنگ میں (حکمیت کے مسئلے میں اختلاف کے بعد) خوارج نے سر اٹھایا اور ان لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے لیے ایک اور جنگ کی بنیاد ڈالدی قصہ یہ ہے کہ جب

---

[1] نهج البلاغة (للصبحی صالح) / 88 / 51 و من خطبة له ع لما غلب أصحاب معاوية أصحابه ع على شريعة 523 الفرات بصفين و منعوهم الماء ..... ص: 88

امیرالمومنین علیہ السلام کے سپاہیوں نے معاویہ کی افواج کو پیچھے دھکیل دیا اوران پر سخت دباؤ ڈالا تو قریب تھا معاویہ اور عمرو عاص قتل کر دیئے جائیں اس موقع پر عمرو عاص نے ایک حیلہ اپنایا، اور قرآن کو نیزوں پر بلند کر دیا اور لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے کی دعوت دی۔ یہ اس لئے تا کہ وقتی طور پر جنگ کو روکا جاسکے، یہ حیلہ دنیا میں آج بھی رائج ہے کہ جیسے ہی کسی پر دوسرے لشکر کا دباؤ بڑھنے لگتا ہے فوراً صلح و صفائی کی آوازیں اٹھنے لگتی ہیں چاہے یہ آواز اٹھانے والے خود تجاوز کرنے والے ہی کیوں نہ ہوں؟

جیسا کہ عراق ایران جنگ میں جب عراق نے ایران پر حملہ کرنے کے بعد ایرانی فوج کا دباؤ محسوس کیا تو پھر صلح کی پکار کرنے لگے جب کہ خود وہی لوگ جنگ کی آگ بھڑکانے والے تھے۔

بعینہ یہی کام صفین میں لشکر معاویہ نے انجام دیا مگر یہ بات ظاہر تھی کہ امیرالمومنین علیہ السلام اس دھوکے میں آنے والے نہ تھے! جب کہ ادھر مالک اشتر جنگ کرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے؛ مگر کچھ کم ظرف، کوتاہ فکر دینداری سے ایک خشک تاثر رکھنے والے مسلمان حضرت پر دباؤ ڈالنے لگے کہ آخر یہ لوگ صلح کرنا چاہ رہے ہیں آپ کیوں قرآن کا احترام نہیں کرتے؟

وہ قرآن فیصلے کے لئے پیش کررہے ہیں آپ کیوں اسے حکم نہیں مانتے؟ یہ لوگ ظاہر کو دیکھ رہے تھے اور بدقسمتی سے ہر زمانے میں امت اسلامی کی ایک بڑی مشکل اور بڑی مصیبت یہی سادہ لوحی کج فکری اور کوتاہ فکری رہی ہے کہ کچھ لوگ حقائق کو صحیح طور پر سمجھنے سے عاجز رہے ہیں فقط ان کی نگاہیں ظاہر پر لگی ہوئی ہیں اسی قسم کے خشک مقدس کچھ سپاہی حضرت علیہ السلام پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ آپ تسلیم ہو جائے۔

یہاں تک کہ آپ کو تلوار سے قتل کر دینے کی دھمکی تک دے رہے تھے مگر حضرت کو اپنے ہی درمیان جنگ نہیں کرنا تھی (خود آپ اپنے لشکر میں خون خرابہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے) آخر کار حضرت نے مالک اشتر کو واپس آجانے کا حکم دے دیا اور حکمیت جیسے مسئلے کی یہاں سے

داغ بیل پڑی جو اہل شام کی طرف سے عمرو عاص کی سرکردگی میں انجام پا رہا تھا۔

کہا گیا فیصلے کے لئے ایک حَکَم شام کی جانب سے ایک اہل کوفہ کی طرف سے آگے آئیں اور یہی لوگ کہ جنہوں نے پہلے حضرت علیہ السلام کو حکمیت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا، بعد میں خود اس کے منکر ہو گئے اور اسی مسئلے کو بہانہ بنا کر خود علی علیہ السلام کے مقابلے کے لئے آ گئے کہ بعد میں انہیں تاریخ میں خوارج کے نام سے یاد کیا گیا۔۔البتہ خود خوارج کی دو قسمیں ہیں۔

ایک گروہ تو وہ ہے جو ان کے سردار و رہبر کی حیثیت سے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی تلاش و کوشش کر رہا تھا۔

دوسرا گروہ عالم لوگوں کا تھا جو اپنی جگہ خشک دیندار اور کوتاہ نظر تھے۔

اشعث بن قیس خوارج کے سرداروں میں سے تھا جو جاہ و منصب کے لالچ و طمع میں اپنی خواہشات کی تسکین کیلئے شورش کر رہا تھا یہاں تک کہ معاویہ سے بھی در پردہ ساز باز کئے ہوئے تھے۔لیکن کچھ سادہ لوح، عوام بھی تھے جو ان مفاد پرستوں کی خواہشات کا شکار ہو رہے تھے، اور اشعث جیسے لوگ ان کو جنگ کے لئے ورغلا رہے تھے اور جب امیرالمومنین علیہ السلام جنگ پر مجبور ہو گئے تو اس وقت اپنا ایک پرچم نصب کیا اور فرمایا: جو بھی اس پرچم تلے آ جائے گا وہ امان میں رہے گا چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ اس کے نیچے آ گئے اور حضرت نے انہیں معاف کر دیا اور بقیہ جو بچے ان سے جنگ کی۔

خشک و مقدس مآب افراد کا جتھا

المختصر امیرالمومنین علیہ السلام کی چار سال اور ۹، ۱۰ ماہ حکومت کے دوران ان پر تین تلخ جنگیں تھوپی گئیں، ایسی جنگیں کہ جس میں قریب قریب حضرت کے سارے مخالفین متحد ہو کر آپ سے لڑنے مرنے کے لئے تیار تھے، اس میں ایک گروہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور و معروف

اصحاب جیسے طلحہ وزبیر کا تھا کہ جو امیر المومنین علیہ السلام کے مقابلہ میں آ گئے۔

آپ کی قاطعیت اور سمجھوتہ نہ کرنا آپ کے مختصر سے دور حکومت کے لیے کس قدر درد سر کا سبب بنتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں بہت مناسب ہے اگر تھوڑا تھوڑا اس زمانے میں تاریخ کے اس عبرت انگیز پہلو کو بیان کیا جائے، اگرچہ ماہ رمضان کے ان خطبوں میں ممکن ہی نہیں کہ اس کی تشریح کی جا سکے اس کے لئے تو مخصوص وقت اور جلسات کی ضرورت ہے جس کے افراد کم اور چیدہ چیدہ ہوں اور پوری آگاہی و بصیرت کے ساتھ انصاف پسندی سے اس عبرت انگیز تاریخ کی تشریح کی جائے۔ [1]

---

[1] خطبات نماز جمعہ تہران۔ ۱۴ ۳ ۶۳ ۱۳ ش

عدالت علی علیہ السلام

اسلام میں قاضی کا ایک احترام ہے۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک دن گلیوں اور کوچوں سے گزر رہے تھے دیکھا آپ کی ذرہ جو مدتوں سے غائب تھی ایک یہودی کے ہاتھ میں ہے یا مثلاً پہنے ہوئے ہے۔حضرت اس کے قریب آئے فرمایا: یہ میری ذرہ ہے۔

اس یہودی نے انکار کر دیا امیر المومنین علیہ السلام نے قاضی کے پاس چلنے کے لئے کہا، اس نے آپ کی بات کو قبول کر لیا دونوں قاضی کے پاس پہنچے حضرت نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ذرہ ہے جسے اس یہودی نے لے لیا ہے۔قاضی نے یہودی سے دریافت کیا کہ اس نے کہا کہ ذرہ علی علیہ السلام کی نہیں ہے، قاضی نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا آپ کے پاس کوئی گواہ بھی ہے۔

حضرت نے جواب دیا: نہیں میرے پاس کوئی گواہ نہیں!

قاضی نے کہا: چونکہ آپ کے پاس کوئی شاہد نہیں اس لیے میں آپ کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا۔

حضرتؑ قاضی کی بات سے مطمئن ہو گئے اور سکوت اختیار کر لیا اور پھر یہودی ذرہ لے کر اس جلسے سے خارج ہو گیا، حضرت اسی طرح کھڑے ہوئے اس یہودی کو دیکھ رہے تھے جو حکم اسلامی کی بناء پر آپ کی ذرہ لے کر جارہا تھا نہ تو آپ کوئی اعتراض کر رہے تھے نہ ہی آپ کوئی اعتراض کر سکتے تھے وہ یہودی کچھ دور گیا تھا کہ پھر کھڑا ہو گیا اور حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں آ کر کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور آپ کا دین حق ہے اور آپ سچے ہیں۔[1]

---

[1] خطبات نماز جمعہ تہران ۶۲ ۱۳ ۱۰ ۱۶

اجتماعی ذمہ داری کے لئے اسلامی معیارات

امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین جاتے وقت کسی منزل پر ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنی جوتی سی رہے تھے، ابن عباس وہاں پہنچے دیکھا مسلمانوں کا خلیفہ معاشرے کی سب سے اوّل درجے کی شخصیت کہ جس کے ہاتھ میں لاکھوں کی رقم موجود ہے اپنے ہاتھوں، پھٹی پرانی جوتی سی رہے ہیں

امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس کی حیرت و تعجب دیکھ کر فرمایا: ابن عباس ذرا یہ تو بتاؤ میری اس جوتی کی کیا قیمت ہوگی؟

ابن عباس نے کہا: اس کی کوئی قیمت نہیں۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا:

وَ اللهِ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ إِمْرَتِكُمْ .

قسم بخدا یہ جوتی میری نگاہوں میں اس حکومت سے کہ جو تم لوگوں پر کر رہا ہوں کہیں زیادہ محبوب اور قیمتی ہے۔

یعنی اگر مقام و منصب حکومتی کو مادّی نگاہوں سے دیکھا جائے تو حضرت امیر المومنینؑ کی نگاہ میں اس کی حیثیت صفر ہے۔

مگر اس جملہ کے بعد فرماتے ہیں:

إِلَّا أَنْ أُقِيمَ حَقّاً أَوْ أَدْفَعَ بَاطِلًا.[1]

لیکن اگر میں اسی حکومت کے ذریعہ حق کا قیام کرسکوں یا باطل کو کچل سکوں تو پھر یہ حکومت ارزشمند وقیمتی بھی ہے ورنہ اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ اس پھٹی پرانی جوتی سے بھی گئی گزری ہے!

[1] نهج البلاغة (للصبحی صالح) / 76 / 33 و من خطبة له ع عند خروجه لقتال أهل البصرة، و فيها حكمة مبعث الرسل، ثم يذكر فضله و يذم الخارجين..... ص: 76

آگاہی اور ثابت قدمی حضرت علی علیہ السلام کی دو ممتاز صفتیں

اگر ہم امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں بطور اختصار کچھ عرض کرنا چاہیں اور اس عظیم اور استثنائی انسان کے سلسلے میں تفصیل سے کہ جس کے بارے میں کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ تو سب سے پہلے یہ عرض کردوں کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنی جگہ "نادرۃ الزمن" شخصیت کے حامل ہیں کہ آج اور گزشتہ تاریخ میں نہ شیعوں میں بلکہ تمام مسلمانوں کے درمیان بلکہ دنیا کے سارے آزاد خیال غیر مسلمانوں کے درمیان میں بھی آپ محبوب رہے ہیں ایسی بہت کم بزرگ ہستیاں ہوں گی حتی کہ پیغمبرانِ الٰہی میں بھی کم ملیں گی کہ جن کی ستائش کرنے والے اس قدر افراد پائے جاتے ہیں جس قدر علی علیہ السلام کے ثنا خواں و مدح خواں پائے جاتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہماری معرفت تھوڑی اور بصیرت بہت کم ہے کیونکہ آپ کی شخصیت معنوی اعتبار سے غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم کیا آپ کی تہ در تہ معنوی شخصیت کو خود بہت سے اولیائے خدا بھی درک کرنے سے قاصر ہیں، لیکن اسی کے ساتھ آپ کی ظاہری شخصیت اس قدر جاذب نظر ہے اور آنکھوں کو لبھاتی ہے کہ حتی وہ لوگ جن کو معنوی اور روحانی چیزوں سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ بھی آپ کی بزرگ شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آپ سے عشق و محبت کر سکتے

ہیں۔امیر المومنین علیہ السلام اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں چاہے وہ اوّل بعثت یعنی نوجوانی کا دور ہو یا پھر مدینہ کی طرف ہجرت کا زمانہ (کہ اس وقت علی علیہ السلام صرف بیس یا پچیس سال کے تھے) ہو، وہ رحلت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت دور ہو یا خود آپ کی حیات کا آخری دور کہ آپ جس زمانے میں خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے مسند خلافت پر متمکن ہوئے، ان تمام ادوار میں کہ جو تقریباً ۵ سال پر محیط ہے آپ ممتاز خصوصیتوں کے مالک رہے کہ سب کے سب خصوصاً ہمارے جوان۔اس نکتے سے درس حاصل کر سکتے ہیں۔

غالباً تاریخ کی عظیم ہستیاں جوانی سے ہی بلکہ نوجوانی سے ہی کچھ خصوصیتیں، اپنے اندر اجاگر کرتی ہیں یا پھر وہ خصوصیات ان کے اندر پہلے سے موجود ہوتی ہے، عظیم شخصیتوں کی یہ خصوصیات و امتیازات ایک لمبی زحمتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں اور یہ بات ہم امیر المومنین علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ملاحظہ کرتے ہیں مجموعی طور پر جب میں امیر المومنین علیہ السلام کی حیات پر نظر دوڑاتا ہوں اور اوّل زندگی سے لے کر ہنگام شہادت تک ان کی پر فراز و پر نشیب حیات کو دیکھتا ہوں تو پھر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ دو صفات "بصیرت" اور "صبر" کے اس پورے دور میں مالک رہے ہیں، آگاہی اور ثابت قدمی وہ کبھی بھی لمحہ بھر کے لئے بھی غفلت اور انحراف فکری یا حق سے تعین میں اشتباہ کا شکار نہیں ہوئے۔یہ بحیثیت انسان آپ کی زندگی پر ایک نظر ہے نہ بحیثیت معصوم ورنہ معصوم کی خطا و کجی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔اس وقت کہ جب غار حرا اور کوہ نور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر پرچم اسلام ہوا میں لہرایا اور کلمہ "لا الہ الا اللہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا اور نبوت و رسالت کا آغاز ہوا علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اسی وقت سے حق کی تحریک کی حمایت کی اور تا دم آخر اس پر ڈٹے رہے اور آنے والی ساری مشکلات کو اپنی جان کی قیمت کے بدلے میں خریدا اور جس جگہ جو ضرورت پیش آئی پیچھے نہیں ہٹے جہاں جنگ کرنا تھی، جنگ کی، جہاں فداکاری و جانثاری کرنی تھی وہاں جانثاری کی، اگر کوئی سیاسی فعالیت لازم تھی تو اسے بھی انجام دیا، حکومت چلانے کی بات آئی تو اس سے بھی پیچھے نہیں ہٹے اور کسی بھی صورت آپ کی

بصیرت بیداری لمحہ بھر کے لئے بھی آپ سے جدا نہ ہوئی دوسرے یہ کہ اس راستے میں صبر و پائیداری سے کام لیتے رہے اوراس راہ استوار وصراط مستقیم پر ڈٹے رہے۔اورآپ کا استقامت سے کام لینا،مشکلات وحوادث کے مقابلے میں ڈٹے رہنااور نہ تھکنا،خواہشات نفس سے مغلوب نہ ہونا خود ایک اہم نکتہ ہے۔

جی ہاں !عصمت امیرالمومنین علیہ السلام قابل تنقید نہیں ہیں آپ کی شخصیت کا کسی سے بھی مقابلہ ممکن نہیں ہے ہم لوگوں نے تاریخ کی جن بزرگ ہستیوں کو بھی دیکھا ہے اگر کوئی ان کا علی علیہ السلام سے مقابلہ کرنا چاہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے ذرے کا آفتاب سے کوئی مقابلہ کرے،مگر یہ دوصفتیں جو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی میں نے بیان کی ہیں قابل تقلید ہیں قابل پیروی ہیں کوئی بھی یہ کہہ دے کہ اگر امیرالمومنین علیہ السلام صبر وبصیرت کے حامل تھے تو وہ اس لیے کہ وہ ان کے امیرالمومنین علیہ السلام ہونے کی وجہ سے تھا اپنی ذمہ داری سے فرار نہیں کرسکتا بلکہ تمام لوگوں کو امیرالمومنین علیہ السلام کی ان صفات کواپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اس طرح اپنی ہمت وصلاحیت کے لحاظ سے امیرالمومنین علیہ السلام سے خود کو نزدیک کرنا چاہیے۔

بیگانوں کے تسلط کا خاتمہ کے لئے ضروری بیداری اور پائیداری

وہ ساری مشکلات جو معاشرے اور بشریت کے لئے پیش آتی ہیں وہ ان دو کے سبب، یا عدم بصیرت یا بے صبری، یا غفلت کا شکار ہوجانے کی وجہ سے ہے، واقعیت کو نہیں سمجھ پاتے، حقائق کو درک نہیں کرتے یا پھر واقعیت کو جاننے کے باوجود مقاومت نہیں کر پاتے،اسی وجہ سے ان دو جگہوں میں سے کسی ایک جگہ سے یا دونوں جگہوں کی بناء پر تاریخ بشر رنج والم محنت ومشقت سے بھری ہوئی ہے اور عالمی مستکبرین کی ہٹ دھرمی ان کے ظلم و جبر سے بھری ہوئی دسیوں یا سینکڑوں سال تک ایک قوم کسی نہ کسی استبدادی قوت وطاقت کے زیر تسلط رہی ہے۔آخر ایسا

کیوں؟ کیا یہ لوگ انسان نہیں تھے؟! انسان تھے؛! مگر یا تو یہ لوگ بے بصیرت تھے یا اگر بصیرت رکھتے بھی تھے تو اس راستہ میں کافی صبر وتحمل کرنے سے عاری تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یا تو یہ لوگ بیدار نہیں تھے یا پھر ان کے اندر قوت، استحکام ومقاومت نہیں تھی۔

انقلاب سے پہلے کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے جس قدر پیچھے جائیں گے ذلت وخواری، شقاوت وبدبختی، مصیبت اور مختلف قسم کا دباؤ حاکم وقت کی طرف سے ملاحظہ کریں گے، اس ملک میں سالہا سال برٹش، سالہا سال روسی، سالہا سال یہ دونوں اور آخر میں یہ امریکی سالہا سال تک جو کچھ کرنا چاہتے تھے کرتے تھے ہماری یہی ملت تھی اور یہی ساری استعداد تھی کہ بحمد اللہ مختلف میدانوں میں ہمارے جوانوں کی صلاحیتیں اب ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں مگر سابقہ حکومت میں یہی صلاحیتیں حکومت کی غلط سیاست اس کی غلط وناقص تربیت کی بنا پر بصیرت وصبر کا فقدان تھا اور جب ایک وقت معاشرے کے دانا وعالم اور قوم کے دانشمند حضرات میں، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم وبزرگوار شخصیت اٹھی تو لوگوں کے اندر بصیرت پیدا کر دی لوگوں کو صبر وتحمل سکھایا اور ”وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر“ کی پورے معاشرے میں نصیحت کی تو یہ جوش مارتا ہوا دریا سامنے آیا اور پھر اس ذلت وحقارت، محنت ومشقت سے بھری زندگی کے تار وپود کاٹ دیئے اور بیگانوں کے غاصبانہ تسلط کو ختم کر کے سانس لیا۔ [1]

اقتدار علی علیہ السلام اور ان کی مظلومیت وکامیابی

آج جو میں ان بزرگوار کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت، زندگی اور شہادت میں تین عناصر (کہ جو بظاہر ایک دوسرے سے زیادہ میل نہیں رکھتے تھے) جمع ہو گئے ہیں اور وہ عناصر ہیں اقتدار، مظلومیت اور کامیابی۔ اقتدار، منطقِ فکر، سیاست و

[1] روزنامہ جمہوری اسلامی۔ ۱۶۳ ۱۴ ش

حکومت: ان بزرگوار کا "اقتدار" ان کی فولادی قوت ارادی ان کا عزمِ مصمم، مشکل سے مشکل فوجی اورجنگی میدانوں میں سرگرم عمل ہوکر عالی ترین اسلامی اور انسانی مفاہیم کی طرف ذہنوں اور فکروں کی ہدایت کرنا جیسے مالک اشتر، عمار، ابن عباس اور محمد بن ابی بکر وغیرہ کی تربیت اور تاریخ بشریت میں ایک انقلاب کی بنیاد ڈالنا ہے، اوران بزرگوار کا مظہر اقتدار، منطق کی حاکمیت، فکرو سیاست کی بالادستی اقتدار حکومت جوکہ آپ کے شجاع وتوانا بازو کا اقتدار تھا۔

تاریخ کا مظلوم ترین انسان

امیرالمومنین علیہ السلام کی ذات والاصفات میں کہیں سے بھی کوئی ضعف نہیں پایا جاتا، مگر اس کے باوجود آپ تاریخ کے مظلوم ترین انسان ہیں؛ آپ کی زندگی کے ہر پہلو میں یہ مظلومیت نمایاں تھی، نوجوانی کے دوران مظلوم تھے، جوانی میں وفات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مظلوم تھے، بڑھاپے میں مظلوم تھے، شہادت کے بعد بھی برسہا برس تک منبروں سے آپ کو برا بھلا کہا جاتا رہا، جھوٹی تہمتیں لگائی گئیں آپ کی شہادت بھی مظلومانہ تھی۔

تمام آثار اسلامی میں دو ذِوات مقدسہ ہیں جن کو" ثاراللہ" سے تعبیر کیا گیا ہے البتہ فارسی زبان میں ہمارے پاس اس عربی لغت کے لفظ" ثار" کا متبادل نہیں پایا جاتا جس کو ہم پیش کرسکیں عربی میں اس وقت لفظ" ثار" استعمال ہوتا ہے جب کسی خاندان کا کوئی فرد ظلم وستم کی وجہ سے قتل کردیا جاتا ہے تو اس وقت مقتول کا خاندان صاحب خون ہوتا ہے اسی کو" ثار" کہتے ہیں کہ یہ خاندان خون خواہی کا حق رکھتا ہے، اگر خون خدا کا معنی کہیں سنائی بھی دیتا ہے تو یہ" ثار" کی ناقص اور بہت نارسا تعبیر ہے، پوری طرح مفہوم اس سے نہیں پہنچتا، تاریخ اسلام میں دو لوگوں کا نام آیا ہے کہ جن کے خون خواہی کا حق خدا کو ہے، اس میں ایک امام حسین علیہ السلام کی ذات گرامی ہے اور دوسری شخصیت امیرالمومنین علی علیہ السلام جو کہ حضرت سید الشہدا کے والد ہیں" یا ثاراللہ وابن ثارہ" یعنی آپ کے پدر بزرگوار کی خون خواہی کا حق بھی خداوند کریم کو ہے۔

علی علیہ السلام کے چہرہ پرنُور کی تابانی

تیسرا عنصر "کامیابی" ہے، آپ کی پہلی کامیابی تو یہی ہے کہ زندگی میں دشوار ترین تجربات آپ کو نہ چاہتے ہوئے بھی کرنے پڑے اور آپ ان سب پر کامیاب رہے یعنی دشمن کی طرف سے شکست دینے والے سارے محاذ۔جس کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے۔ جو آپ کو جھکانا چاہتے تھے اپنے مقصد میں ناکام رہے، ان سب نے خود علی علیہ السلام سے ہزیمت اٹھائی اور شہادت کے بعد آپ کی تابانی مزید آشکار ہوگئی بلکہ زندگی کی تابندگی سے بھی بڑھ چڑھ کر نمایاں ہوگئی۔آپ دنیا میں ذرا ملاحظہ کریں۔

فقط دنیائے اسلام میں ہی نہیں بلکہ سارے عالم میں کس قدر علی علیہ السلام کے مداح پائے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ جو اسلام کو نہیں مانتے مگر علی بن ابی طالب علیہ السلام کو تاریخ کی ایک عظیم تابندہ و درخشاں شخصیت کے عنوان سے جانتے ہیں، یہ خداوند عالم کی طرف سے آپ کی مظلومیت کے مقابلے میں انعام ہے کیونکہ خدا کے یہاں اس کی جزا اور مظلومیت کی پاداش یہ ٹھہری کہ آپ تاریخ میں نیک نام ہوں آپ تاریخ بشر میں کون سا ایسا چہرہ دکھا سکتے ہیں جو آپ سے زیادہ تابناک اور درخشندہ ہو آج کے زمانے میں جن کتابوں کو ہم پہچانتے ہیں جو امیرالمومنین علیہ السلام کے بارے میں لکھی گئیں ہیں اس میں سے جو سب سے زیادہ محبت آمیز، عاشقانہ انداز میں لکھی گئیں ہیں وہ سب غیر مسلموں کی ہیں مجھے اس وقت یاد آرہا ہے کہ تین عیسائی مصنفین نے حضرت علی علیہ السلام کی مدح و ستائش کرتے ہوئے کتابیں لکھیں جو واقعاً محبت و عشق سے لبریز ہیں، اور آپ سے محبت وعقیدت روز اول ہی سے شروع ہوئی یعنی جب آپ کو شہید کر دیا گیا اور آپ کے خلاف کیچڑ اچھالا جانے لگا۔شام کی حکومت سے وابستہ رہنے والے وہ لوگ جن کو علی علیہ السلام کی عدالت سے بغض و کینہ تھا، آپ کو گالیاں دی جانے لگیں، ان کی آپ سے عقیدت و محبت اور بڑھ گئی۔ یہاں پر ایک تاریخی نمونہ پیش خدمت ہے۔

عبداللہ بن عروۃ بن زبیر کے بیٹے نے اپنے باپ یعنی عبداللہ بن عروۃ بن زبیر سے امیر المومنین علیہ السلام کی برائی بیان کی خاندان زبیر میں ایک مصعب بن زبیر کے علاوہ سب علی علیہ السلام سے بغض وعناد رکھتے تھے، مصعب بن زبیر ایک شجاع اور کریم النفس انسان تھے جو کوفہ میں مختار کے حوادثات میں تھے بقیہ خاندان زبیر کے سارے لواحقین علی علیہ السلام سے عناد رکھتے تھے جب لڑکے نے برا بھلا کہا تو اس کے باپ نے ایک جملہ کہا جو علی علیہ السلام کی طرفداری میں بہت زیادہ نہیں کہا جا سکتا مگر اس میں ایک اہم نکتہ ہے عبداللہ اپنے بیٹے سے کہتا ہے:

يَا بَنِي عَلَيْكَ بِالدِّينِ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَا بَنَتْ شَيْئاً إِلَّا هَدَمَهُ الدِّينِ وَإِذَا بَنَى الدِّينِ شَيْئاً لَمْ تَسْتَطِعُ الدُّنْيَا هَدَمَهُ.

خدا کی قسم! دین نے جس چیز کی بھی بنیاد ڈالی اور پھر اس کی دین پر بنیاد ڈالی گئی اہل دنیا نے لاکھ اسے مٹانے کی کوشش کی مگر اسے نہ مٹا سکے۔

اس کے کہنے کا مطلب تھا علی علیہ السلام کو خراب کرنے اور ان کے چہرے کو غبار آلود کرنے کی خوامخواہ زحمت نہ کرو کہ ان کے ہر کام کی بنیاد دین اور ایمان پر ہے۔ پھر اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

هَدَمَهُ أَلَا تَرَى عَلِيَّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَمَا يَقُولُ فِيهِ خُطَبَاءُ بَنِي أُمَيَّةُ مِنْ ذَمِّهِ وَعَيْبَهُ وَغِيبَتُهُ وَاللهِ لَكَأَنَّمَا يَأْخُذُونَ بِنَاصِيَتِهِ إِلَى السَّمَاءِ.

ذرا دیکھ بنی مروان کس طرح ہر موقع اور مناسبت سے منبر سے علی علیہ السلام کی عیب جوئی کرتے ہیں مگر ان کی یہ عیب جوئی اور بدگوئی علی علیہ السلام کے چہرے کو مکدر کرنے کی بجائے اور روشن کرتی ہے۔ یعنی لوگوں کے ذہن میں ان کے اس عمل کا برعکس اثر پڑتا ہے۔ ان کے مقابل میں بنی امیہ،

أَلَا تَرَاهُمْ كَيْفَ يندبون مَوْتَاهُمْ وَيرثيهم شعراؤهم وَاللهِ لَكَأَنَّمَا

ينذبون جيف الحُمُرُ. [1]

بنی امیہ اپنے آبا و اجداد کی تعریفیں کرتے پھرتے ہیں مگر جس قدر وہ ان کی ستائش کرتے ہیں لوگوں کی نفرت اور بڑھتی ہے شاید یہ باتیں تقریباً حضرت علی علیہ السلام کے تیس سال بعد کہیں گئیں، یعنی امیر المومنین علیہ السلام اپنی تمام تر مظلومیت کے باوجود اپنی زندگی میں بھی اور تاریخ میں بھی اور لوگوں کے اذہان وافکار میں بھی کامیاب رہے ہیں۔

[1] شرح نہج البلاغة لابن أبي الحديد / ج9 / 64 / أقوال مأثورة فی ذم الغيبة و الاستماع إلى المغتابين..... ص: 60

امیرالمومنین علیہ السلام کے مقابل تین طرح کے مکتب فکر کی صف آرائی

مظلومیت کے ساتھ آپ کے پانچ سال سے کم مدت اقتدار میں تین قسم کے لوگوں سے آپ کا مقابلہ ہوا۔قاسطین، ناکثین، اور مارقین۔خود امیرالمومنین علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے کہ آپ نے فرمایا

"امرت ان الناکثین والقاسطین والمارقین"

اور یہ نام بھی ان لوگوں کے خود آپ نے ہی رکھے تھے۔

قاسطین کے معنی ستمگر اور ظالم کے ہیں، عربی قاعدے اور قانون کے لحاظ سے جب "قسط" مجرد استعمال ہوگا (جیسے قَسَطَ یَقسِطُ) تو یہ ظلم کرنے کے معنی میں ہوگا اور اگر یہی مادہ ثلاثی مزید اور باب افعال میں لے جایا جائے تو پھر عدل وانصاف کے معنی دے گا جیسے:

"أقَسَط یُقسِطُ"

لہٰذا اگر "قِسط" باب افعال میں لے جایا جائے تو عدل وانصاف کے معنی میں ہوگا اور اگر ثلاثی مجرد استعمال ہو جیسے:

قَسَطَ یُقسِطُ

تو پھر اس کے خلاف معنی دے گا یعنی ظلم وجور اور قاسطین یہاں پر اسی ظلم وجور کے

معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ستمگر اور ظلم کرنے والے حضرت علیہ السلام نے گویا ان کو ظالم کہہ کر پکارا، تو پھر یہ کون لوگ تھے؟ درحقیقت یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی مصلحت کے تحت ظاہری طور پر اسلام کو قبول کر لیا تھا اور حکومت علوی کو سرے سے ہی قبول نہیں کرتے تھے، امیر المومنین علیہ السلام نے لاکھ جتن کئے مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور یہ حکومت بنی امیہ اور معاویہ بن ابی سفیان کے اشاروں پر تشکیل ہوئی تھی اور یہی لوگ اس کے محور و مرکز تھے کہ جس کے سربراہ معاویہ اور اس کے بعد مروان بن حکم اور ولید بن عقبہ تھے یہ خود ایک محاذ پر اکٹھے تھے جو علی علیہ السلام سے تعاون کرنے کے لیے کسی بھی حالت میں تیار نہیں تھے۔

یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ آغاز حکومت میں مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس وغیرہ نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ یا امیر المومنین علیہ السلام ابھی آپ کی حکومت کے ابتدائی ایام ہیں لہٰذا معاویہ اور شام کی حکومت کو کچھ دنوں ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کو ابھی ہاتھ نہ لگائیں۔ مگر حضرت علیہ السلام نے ان کی اس رائے کو قبول نہیں کیا اور ان لوگوں نے سمجھا کہ حضرت علیہ السلام کو سیاست نہیں آتی، اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت کو مشورہ دینے والے یہ لوگ خود بے خبر تھے امیر المومنین علیہ السلام نے لاکھ معاویہ کو سمجھانے کی کوشش کی اس کو اپنی حکومت و خلافت کے بارے میں راستے پر لانے کی کوشش کی مگر یہ ساری کوششیں ناکام رہیں معاویہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو امیر المومنین علیہ السلام کی حکومت قبول کر لیتا اگرچہ آپ سے پہلے والے ان میں سے بعض کو برداشت کرتے آئے تھے معاویہ جب سے مسلمان ہوا تھا اس دن سے علی علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے صفین میں آنے تک کہ تیس سال سے کچھ کم مدت گزاری ہوگی کہ شام اس کے طرفداروں کے قبضہ میں تھا ان لوگوں نے جگہ بنا لی، حکومت میں نفوذ کر چکے تھے ایسا نہیں تھا کہ انہیں نومسلم کی حیثیت سے روکا ٹوکا جاتا اور کسی بھی حرکت پر انہیں روک دیا جاتا نہیں بلکہ انھوں نے اپنی جگہ بنا لی تھی۔

دنیائے اسلام میں حکومت اموی کے کِھلائے ہوئے گل

اس بناء پر یہ اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو حکومت علوی کو کسی قیمت پر قبول نہیں کرتے تھے وہ حکومت کو اپنے ہاتھوں میں دیکھنا چاہتے تھے کہ لوگوں نے بعد میں اس کا تجربہ بھی کرلیا اور دنیائے اسلام نے ان کی حکومت کا مزہ بھی چکھا وہی معاویہ جو علی علیہ السلام سے چپقلش اور رقابت میں بعض اصحاب کے ساتھ نرمی وملائمیت کا ثبوت دیتا تھا بعد میں اسی حکومت نے ان کے ساتھ سخت رویہ بھی اپنایا یہاں تک کہ یزید کا زمانہ بھی آیا اور واقعہ کربلا رونما ہوا اس کے بعد مروان، عبدالمالک، حجاج بن یوسف ثقفی اور یوسف بن عمر ثقفی جیسے خونخوار لوگ حاکم بنے جو اسی حکومت وامارت کا ایک تلخ نتیجہ تھا یعنی یہی حکومتیں جن کے جرم وخیالات تاریخ لکھنے سے لرزتی ہے اسی حکومت کا ثمرہ تھا جس کی معاویہ نے بنیاد رکھی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام سے اسی خلافت کے لئے یہ لوگ لڑ جھگڑ رہے تھے یہ تو ابتداہی سے معلوم تھا کہ ان لوگوں کا کیا منشاء ہے اور کیا چاہتے ہیں۔ ان کی حکومت دنیا پرستی اور خواہشات نفس خودغرضی کے علاوہ کچھ اور نہ تھی جیسا کہ بنی امیہ کی حکومت میں لوگوں نے اچھی طرح دیکھا اور محسوس کیا، میں البتہ یہاں کوئی عقیدے کی بحث یا کلامی بحث نہیں کر رہا ہوں، عین تاریخ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور یہ کوئی شیعہ تاریخ بھی نہیں ہے بلکہ تاریخ "ابن اثیر"، تاریخ "ابن قتیبہ" وغیرہ ہے جس کی عین عبارتیں میں نے لکھی ہیں اور یہاں میں نے جو لکھا یہ مسلّمات تاریخ میں سے ہیں جس میں شیعہ سنی کے اختلاف کی کوئی بات نہیں ہے!

جو لوگ حکومت میں حصہ دار بننا چاہتے تھے!

ایک دوسرا گروہ جو امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے آیا تھا جسے "ناکثین"

کہتے ہیں "ناکث" یعنی توڑ دینے والے لوگ، اور یہاں پر وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے علی علیہ السلام سے بیعت کرنے کے بعد اُسے توڑ دیا یہ لوگ مسلمان تھے اور پہلے والے گروہ (قاسطین) اپنوں میں سے شمار ہوتے تھے البتہ یہ ایسے تھے جو حکومت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اسی حد تک قبول رکھتے تھے جہاں تک خود ان کو اس ریاست میں خاطر خواہ بٹوارے کی توقع تھی یعنی ان سے رائے مشورہ کیا جائے، انہیں حکومتی سطح پر ذمہ داریاں دیں جائیں، انہیں حاکم بنایا جائے جو مال و ثروت ان کے ہاتھوں میں ہے اس کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہونی چاہیے یہ نہ پوچھئے کیسے اسے حاصل کیا! وغیرہ وغیرہ۔ گزشتہ سال انہی ایام میں نماز جمعہ کے کسی خطبہ میں، میں نے عرض کیا کہ ان لوگوں میں سے بعض لوگوں کی موت کے بعد، کس قدر دولت وثروت باقی بچی جو انھوں نے زندگی میں اکٹھی کی تھی۔ یہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام کی حکومت کو کیسے قبول کرتے؟!

کیوں نہیں لیکن اسی شرط وشروط کے ساتھ کہ انہیں ہاتھ نہ لگایا جائے اسی لیے پہلے تو ان کی اکثریت نے امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی البتہ بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی سعد بن ابی وقاص نے ابتدا ہی سے بیعت نہیں اسی طرح کچھ دیگر جنہوں نے ابتدا ہی سے بیعت نہیں کی البتہ طلحہ، زبیر اور دیگر بزرگ اصحاب وغیرہ نے امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی آپ کی خلافت کو قبول کر لیا، مگر جب تین، چار ماہ گزر گئے اور دیکھا کہ یہ حکومت تو کسی کے آگے گھاس تک نہیں ڈالتی، اور یہ احساس ہوا کہ اس کے ساتھ تو دال نہیں گل سکتی اس لئے کہ یہ حکومت دوست اور آشنا کو نہیں پہچانتی خود کو کوئی امتیاز نہیں دیتی، رشتہ داروں اور ناطے داروں کے لئے کسی حق کی قائل نہیں ہے، جو سابق الاسلام ہیں ان کے لئے حق کی قائل نہیں ہے (اگر چہ حاکم وقت خود سب سے پہلے اسلام لانے والا شخص ہے) حکم خدا کے نفاذ میں کسی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا جب یہ سب دیکھا تو پھر احساس کیا نہیں جناب اس حکومت کے ساتھ تو بننا مشکل ہے لہٰذا کٹ گئے اور جنگ جمل کا شعلہ بھڑکا دیا جو واقعاً ایک فتنہ تھا اُم المومنین عائشہ تک کو اپنے ساتھ لے آئے، کتنے لوگ اس جنگ میں مارے گئے قتل ہوئے۔ اگر چہ

امیر المومنین علیہ السلام اس جنگ میں کامیاب ہو گئے اور مطلع صاف ہو گیا، مگر یہ دوسرا محاذ تھا جس کے مقابل علی علیہ السلام کو مجبوراً لڑنا پڑا اور مدت خلافت کا کچھ وقت اس میں صرف کرنا پڑا۔

وہ کج فہمیاں جو حکومت شام کی طرف سے پیدا کی گئیں!!

تیسرا گروہ مارقین کا گروہ تھا (مارق) یعنی گریز کرنے والے اس کی وجہ تسمیہ اس طرح بتائی گئی ہے کہ یہ لوگ دین سے اس طرح گریزاں تھے جس طرح تیر کمان کو چھوڑ کر نکلتا ہے کس طرح سے آپ تیر کو کمان میں جوڑ کر جب تیر پھینکتے ہیں تو وہ کمان سے باہر نکل جاتا ہے یہ لوگ اسی طرح دین سے دور ہو گئے البتہ بظاہر خود کو دین سے وابستہ رکھتے تھے اور دین کا نام بھی اپنی زبان پر جاری کرتے تھے یہ وہی خوارج تھے جو اپنی کج فکری اور انحراف کی بنیاد پر کاموں کو انجام دیتے تھے علی بن ابی طالب علیہ السلام (جو مفسر قرآن اور حقیقی علم کتاب کے عالم تھے) دین کو ان سے حاصل نہیں کرتے تھے البتہ ان کا ایک گروہ اور پارٹی کی شکل میں نمودار ہونا سیاست چاہتی تھی اور اس کے لئے وہ کسی اور سے رہنمائی لیتے تھے۔

ایک اہم نکتہ یہاں پایا جاتا ہے کہ یہ چھوٹا سا گروہ جہاں آپ کچھ کہتے فوراً کوئی نہ کوئی قرآن کی آیت پیش کر دیتے۔ نماز جماعت کے درمیان مسجد میں آتے امیر المومنین علیہ السلام امام جماعت کی حیثیت سے کوئی سورۃ پڑھ رہے ہوتے تو یہ لوگ حضرت علیہ السلام کی طرف کنایہ کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی آیت پڑھتے، امیر المومنین علیہ السلام کے خطبے کے درمیان کھڑے ہو جاتے اور اشارے اور کنائے میں آیت کی تلاوت کرتے۔ "لا حکم الا للہ" ان کا نعرہ تھا یعنی ہم حکومت خدا کے حامی ہیں اور آپ کی حکومت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

یہ گروہ جن کا ظاہر اس طرح سے پر فریب تھا حکومت شام اور بزرگان قاسطین کے ذریعے سیاسی طور پر ہدایت پاتے تھے (یعنی عمرو عاص اور معاویہ کے ذریعہ) ان کے یہ کام

انجام پائے یہ لوگ ان سے مرتبط تھے۔

مختلف قرائن اس بات پر دلالت کرتے ہیں (سردار مارقین) اشعث ابن قیس ایک بدسرشت آدمی تھا کچھ ضعیف عقیدہ رکھنے والے فقیر و بیچارے لوگ اس کے پیچھے پیچھے آ گئے اس بنیاد پر جس تیسرے گروہ سے امیرالمومنین علیہ السلام کا سامنا تھا وہ مارقین تھے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو ان کے مقابلہ میں بھی کامیابی ملی اور مارقین کو ہزیمت اٹھانا پڑی، مگر یہ وہ لوگ تھے جن کے وجود سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو خطرہ لاحق تھا اور آخر کار انہی کی وجہ سے آپ کو شربت شہادت پینا پڑا۔

میں نے گزشتہ سال یہ عرض کیا تھا کہ خوارج کو پہچاننے میں آپ غلطی نہ کریں بعض حضرات نے خوارج کو خشک مقدس کا نام دیا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ بحث مقدس مآب ہونے یا خشک مقدس، ہونے کی نہیں ہے وہ مقدس مآب جو کسی گوشے میں بیٹھا دعا و نماز میں مشغول ہے یہ خوارج کے معنی نہیں ہیں۔خوارج ایک ایسے وجود کا نام ہے جو فسادی ہے، فتنہ انگیزی کرتا ہے پرسکون فضا کو بحرانی کرتا ہے، میدان جنگ میں لڑائی کرنے کے لئے تیار ہے، کسی اور سے نہیں علی علیہ السلام جیسی شخصیت سے صف آرائی کرنے کے لئے تیار ہے۔

ہاں! بات صرف اتنی سی ہے کہ اس کے افعال کی بنیاد غلط ہے، اس کی جنگ غلط ہے، اس کے اسباب وسائل غلط ہیں، اس کا مقصد غلط اور بیجا ہے، امیرالمومنین علیہ السلام ان تین گروہوں سے جنگ کر رہے تھے اور ان جیسے لوگوں سے علی علیہ السلام کا پالا پڑا تھا۔

جن غلط کاموں کی بنیاد پر اسلام کی آڑ میں علیؑ سے جنگ کی گئی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اوران کی حکومت میں اور دوران حکومت امیرالمومنین علیہ السلام میں جو امتیازی فرق تھا وہ یہ تھا کہ حیات مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صفوف

معین تھیں ایک طرف ایمان تو دوسری طرف کفر، رہ گئے منافقین تو ان کے بارے میں دائماً آیات قرآن لوگوں کو متنبہ کرتی رہیں ان کی طرف انگلی اٹھتی اور مومنین کو ان کے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی تھی یعنی نظام اسلامی حیات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ساری چیزیں آشکار تھیں، تمام صفوف ایک دوسرے سے جدا تھیں، کوئی شخص کفر و طاغوت کا جانب دار تھا تو دوسرا ایمان و اسلام کا طرف دار تھا ہر چند وہاں بھی مختلف قسم کے لوگ موجود تھے مگر ہر ایک معینہ پارٹی تھی، معین صفوں میں کھڑے تھے، اور دوران امیر المومنین علیہ السلام کی صفوں میں کوئی جدائی نہیں تھی کیونکہ وہی "ناکثین" لوگوں میں ایک گروہ رکھتے تھے زبیر و طلحہ جیسوں کے مقابلے میں بہت سے لوگ شک و تردید کا شکار ہو جاتے تھے، یہی زبیر زمانہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اکابر صحابہ میں سے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیکی اور آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے یہاں تک کہ وفات پیغمبرؐ کے بعد بھی امیر المومنین علیہ السلام کا دفاع کیا، سقیفہ پر اعتراض کیا۔

جی ہاں! عاقبت پر نظر ہونی چاہیے، خدا ہم سب کی عاقبت بخیر کرے، بسا اوقات دنیا طلبی اور اس کے رنگ برنگے جلوئے اس طرح انسان کے قلب و جگر میں جگہ بنا لیتے ہیں، اس طرح انسان کے اندر تغیر و تبدل پیدا کر دیتا ہے کہ عوام تو عوام خواص کے بارے میں بھی لوگ شک و تردید کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لیے حقیقتاً وہ سخت دن تھے جو لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے حلقہ بگوش تھے دشمنوں کے مقابل جنگ کر رہے تھے بہت بابصیرت تھے۔ ناچیز نے بارہا یہ بات نقل کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

لَا يَحْمِلُ هٰذَا الْعَلَمَ إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَ الصَّبْرِ.[1]

بیشک پرچم ولایت اہل بصیرت اور صبر رکھنے والوں کے علاوہ کوئی اور اٹھانے کے قابل نہیں،

---

[1] نهج البلاغة (للصبحي صالح) / 248 / الجدير بالخلافة ..... ص: 247

لہٰذا پہلے مرحلے میں بصیرت درکار ہے، پھر ان مشکلات اور موانع کے ہوتے ہوئے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امیرالمومنین کے لئے کس قدر رکاوٹیں اور ان کی راہ میں کتنے کانٹے تھے یا پھر وہ غلط کردار جو بنام اسلام وجود میں آئے اور امیرالمومنین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے اور غلط باتیں پیش کر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی، صدر اسلام میں بھی غلط باتیں کم نہیں تھیں مگر زمانہ امیرالمومنین علیہ السلام اور صدر اسلام میں فرق یہ تھا کہ آیت قرآن نازل ہوئی اور اس غلط فکر کو باطل قرار دے دیتی تھی، وہ مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی آپ ذرا نظر ڈالیں سورۂ بقرۃ ایک مدنی سورت ہے جس وقت انسان کی نظر اس پر پڑتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں منافقین کی ہر قسم کی ہٹ دھرمی اور یہود کی ریشہ دوانیوں کے بارے میں قرآن خاموش نہیں ہے بلکہ اس کی تفصیلات بیان کرتا ہے، حتیٰ وہ جزئیات تک قرآن نقل کرتا ہے جیسے یہودی آنحضرت کے مقابلے میں ایک نفسیاتی جنگ کے عنوان سے مسلمانوں کے مابین چھیڑے ہوئے تھے اس جیسی آیات "لا تقولوا راعنا" کو قرآن باقاعدہ ذکر کرتا ہے۔

، اسی طرح سورۂ اعراف جو ایک مکی سورہ ہے۔ ایک مفصل فصل ذکر کرتا ہے جہاں خرافات سے جنگ ہے وہ بتاتا ہے کہ یہ حلال ہے یہ حرام ہے، کہ ان لوگوں نے واقعی محرمات کے مقابلے میں چھوٹی، چھوٹی حرمت گھڑ رکھی تھی۔ حقیقی حرام وحلال ان کے لئے ہیچ تھے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.[1]

تم کہہ دو! میرے پروردگار نے صرف بے حیائی و بدکاری کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

قرآن وہاں ان خرافات سے جنگ کرتا ہے حلال وحرام کو گنواتا ہے وہ کہتا ہے قرآن

---

[1] سورۂ اعراف: ۳۳

جس کو حلال وحرام بتا رہا ہے وہ ہے حلال وحرام نہ وہ کہ جسے تم بحیرہ نے خود سے حرام قرار دے لیا ہے، قرآن نے صراحتاً اس جیسے افکار کا مقابلہ کیا؛ مگر زمانہ امیر المومنین علیہ السلام میں یہی مخالفین خود قرآن سے اپنے باطل مقاصد تک پہنچنے کے لئے استفادہ کرتے تھے وہی لوگ آیات قرآنی کو سند بنا کر پیش کرتے تھے اس لیے حضرت علیہ السلام کی مشکلات کئی گنا سخت ہوگئی تھیں، امیر المومنینؑ اپنی چند سالہ خلافت میں اس جیسی سختیوں اور مشکلات سے گزر رہے تھے۔

پیروان علی علیہ السلام کے خلاف سازش

ان لوگوں کے مقابلے میں خود علی علیہ السلام کا محاذ ہے جو حقیقتاً ایک مستحکم اور قوی محاذ کی حیثیت رکھتا ہے جہاں عمار، مالک اشتر، عبداللہ بن عباس، محمد بن ابی بکر، میثم تمار، اور حجر بن عدی جیسے افراد موجود ہیں کہ یہ مومن اور بابصیرت حضرات لوگوں کی ہدایت وراھنمائی میں کس قدر پُر کشش تھے، امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت وحکومت کا ایک درخشندہ اور حسین حصہ (البتہ یہ زیبائی اور حسن انہی بزرگ اشخاص کی سعی وکوشش کا نتیجہ تھا کہ ہر چند انہیں اس راہ میں رنج والم اور مصیبتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا) تاریخ کا وہ منظر ہے جب طلحہ وزبیر کی صف آرائی کی وجہ سے ان حضرات نے کوفے اور بصرے کا رخ کیا جب کہ طلحہ وزبیر نے بصرے کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اگلا قدم کوفے کی طرف بڑھا رہے تھے تاکہ اسے بھی اپنے زیر تسلط کرسکیں حضرت علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام اور ان میں بعض حضرات کو ان کے فتنے کو روکنے کے لئے روانہ فرمایا، اور ان حضرات نے حکم امام علیہ السلام کے بعد لوگوں سے جو مذاکرہ کیا، جو اجتماعات کئے، گفتگو کی، مسجد میں جو لوگوں سے خطاب کیا وہ سب تاریخ صدر اسلام کے پرمغز، اور حسین وزیبا اور ہیجان انگیز حصوں میں سے شمار ہوتا ہے۔

اس بنا پر آپ جب تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ سب سے زیادہ دشمنان علی علیہ السلام نے جن اشخاص پر حملے کئے ہیں وہ یہی لوگ تھے مالک اشترؓ کے خلاف سازشوں کا جال، عمار یاسرؓ کے خلاف سازشیں، محمد بن ابی بکرؓ کے خلاف سازشوں کے تانے بانے سب سے

زیادہ تھے، گویا وہ تمام یاران باوفا جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی معیت میں تھے ان کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاص و ایمان و محبت کا امتحان دے چکے تھے اور اپنی بصیرت وقوت ایمانی کو عملاً ثابت کر چکے تھے دشمنوں کی طرف سے ہر قسم کے حملات کا شکار تھے ان پر تہمتیں لگائی جا رہی تھیں انہیں قتل کرنے کے لئے سازشیں کی جارہی تھیں اور آخر کار ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو شہید کر دیا گیا۔

عمار یاسرؓ جنگ میں شہید ہوئے مگر محمد بن ابی بکرؓ شامیوں کے حملے کا شکار ہو کر مکر و دغا سے شہید کر دیئے گئے، اسی طرح مالک اشترؒ نے بھی اہل شام کے مکر وحیلہ سے شربت شہادت نوش فرمایا اور ان میں سے جو حضرات باقی بچے وہ بھی بعد میں شدید ترین شکنجوں اور سختیوں سے شہید کر دیئے گئے یہ امیر المومنین علیہ السلام کے دوران حکومت اور ان کی زندگی کی کیفیت و حالت تھی جسے آپ نے ملاحظہ کیا اگر آپ کی زندگی کو مجموعی حیثیت سے کوئی دیکھنا چاہے تو یوں عرض کر سکتے ہیں کہ آپ کی حکومت ایک با اقتدار و مستحکم حکومت تھی مگر ساتھ ہی ساتھ مظلومیت سے لبریز ایک کامیاب و کامران دور بھی تھا۔ یعنی آپ وہ با اقتدار حاکم ہیں جو اپنے زمانے میں بھی دشمنوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور شہادت کے بعد بھی۔ آپ اپنی مظلومیت کی وجہ سے فراز تاریخ پر مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔

ہاں! یہ بھی سچ ہے آپ نے جو اس راستے میں خون دل پیا ہے اور زحمتیں اٹھائیں ہیں وہ تاریخ کے رنج و مصیبت کے اوراق پر ایک تلخ حقیقت بھی ہے۔ [1]

---

[1] مورخہ ۷۷ ۱۲۸۱۳ ش ولادت علی علیہ السلام کی مناسبت سے یونیورسٹی اور کالج کے طلبہ کے ساتھ ایک دیدار میں یہ خطاب فرمایا۔

شہادت حضرت علی علیہ السلام کی مصیبت

ماہ رمضان کی اکیسویں تاریخ ۴۰ ہجری قمری، شہادت امیرالمومنین علیہ السلام کا دن ہے، ذرا اس غم انگیز دن کو یاد کریں، تصور تو کریں کوفہ آج ماتم کدہ بنا ہوا ہے آپ وہ گھڑی اپنی نگاہوں میں رکھیں جب سارے تہران والے سمجھ گئے کہ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اب اس دنیا میں نہیں رہے، کیا شوروغوغا تھا، ایک کہرام مچ گیا، دل لرزنے لگے جیسے زلزلے کے جھٹکے آرہے ہوں، جب کہ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے کچھ علیل تھے دلوں میں پہلے سے ایک خوف وہراس تھا، بہر حال دھڑکا لگا ہوا تھا کہ خدانخواستہ کبھی بھی کوئی ناگوار صورتحال کا سامنا ہوسکتا ہے، لیکن امیرالمومنین علیہ السلام ابھی کچھ ہی دیر پہلے مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھنے کے لئے بیدار کررہے تھے، کچھ دیر پہلے آپ کی اذان شاید پورے کوفہ میں گونج چکی تھی ابھی کل تک آپ کی ملکوتی آواز لوگوں کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی آپ کے گوہر بار کلمات حلقہ بگوش تھے اور مسجد کوفہ ابھی بھی آپ کے صوتی تاروں سے حالت مستی میں تھی۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو لوگوں نے آپ کی آواز سنی تھی، لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک دلخراش وغم واندوہ سے بھری آواز نے سب کے جگر پارہ پارہ کردیئے جیسے کوئی فریاد کررہا تھا:

تَهَدَّمَتْ وَاللهِ أَرْكَانُ الْهُدَى وَانْطَمَسَتْ وَاللهِ أَعْلَامُ التُّقَى قُتِلَ ابْنُ

عَمِّ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَی قُتِلَ عَلِیٌّ الْمُرْتَضَی.[1]

پہلے اہل کوفہ (اور پھر سارے عالم اسلام نے) کچھ اس طرح شہادت امیرالمومنینؑ کی خبر سنی۔

اگر چہ بارہا خود امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ خبرغم سنائی تھی اور آپ کے قریبی رشتہ داروں کو اس کا علم بھی تھا حیات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں، جنگ خندق کے موقع پر امیرالمومنین علیہ السلام ایک چند سالہ نوجوان ہی تھے۔ کہ عمرو بن عبدود سے آپ کا مقابلہ ہوا، اور یہ عرب کا نامی گرامی پہلوان۔ جس کے بارے میں لوگوں کا یہی خیال تھا کہ اب تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کا صفایا ہو جائے گا۔ وہ حضرت علیہ السلام کے مقابلہ میں آیا اور ادھر واصل جہنم ہو گیا مگر اسی جنگ میں آپ کی پیشانی مبارک زخمی ہوگئی آپ اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بہتے ہوئے خون کو دیکھا تو دل تڑپ گیا یہ جانثار و فدا کار، نوجوان، یہ عزیز و محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ابھی ابھی ایک عظیم کارنامہ انجام دے کر بیٹھا ہے، حالت یہ ہے کہ پیشانی خون سے تر بتر ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری جان علیؑ! تھوڑا بیٹھو تو سہی۔

امیرالمومنین علیہ السلام بیٹھ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رومال منگوایا، شاید بنفس نفیس، پیشانی سے خون کو صاف کر رہے تھے اور دو خواتین جو مجاہدین کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ اچھی طرح علی علیہ السلام کے زخم کی مرہم پٹی کرو اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم کر رہے تھے اسی وقت جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ یاد آ گیا ہو کہ آنکھیں اشک بار ہو گئیں، امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف ایک نظر کی اور فرمایا: میری جان علیؑ! آج تو تمہارے زخم کی مرہم پٹی میری آنکھوں کے سامنے ہوگئی اس لیے کہ میں زندہ ہوں لیکن بتاؤ جب

---

[1] بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج42 / 285 / باب 127 كيفية شهادته ع و وصيته و غسله و الصلاة عليه و دفنه ..... ص: 199

تمہاری داڑھی، تمہارے سر کے خون سے خضاب ہو گی تو پھر زخم پر مرہم لگانے کے لئے کون ہوگا؟اس وقت میں کہاں ہونگا؟

أَيْنَ أَكُونُ إِذَا خُضِبَ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ.[1]

لہٰذا سب کو اس دن کا انتظار تھا اور خود بارہا حضرت نے بھی اس سلسلے میں فرمایا تھا"محمد بن شہاب زہری" روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع يَسْتَبْطِئُ الْقَاتِلِ.[2]

یعنی آپ عروس شہادت کو گلے لگانے کے لئے بے تابانہ انتظار کر رہے تھے تاکہ یہ شقی آئے اور اپنا کام تمام کردے گویا آپ کے لیے لمحات کند پڑ گئے تھے اور وقت کی گھڑی بمشکل کٹتی دکھائی دیتی تھی دائماً زبان پر بس یہی تھا۔

أَيْنَ أَكُونُ إِذَا خُضِبَ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ.

گھر کے تو فرد فرد کو معلوم تھا خود حضرت اس گھڑی کا شدّت سے انتظار کر رہے تھے، مگر یہ حادثہ اس قدر عظیم تھا کہ گھر میں ایک تہلکہ مچ گیا، حضرت کو مسجد سے اٹھا کر گھر لایا گیا، میں نے بحارالانوار میں ایک روایت دیکھی ہے کہ حضرت کبھی بے ہوش ہو جاتے تو کبھی ہوش میں آتے تھے آپ کی بیٹی ام کلثوم یہ حالت دیکھ کر گریہ وزاری کر رہی تھیں کہ ایک مرتبہ حضرت نے اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا:

میری بیٹی ام کلثوم رو کر اپنی جان ہلکان اور میرا جگر چھلنی مت کرو۔

---

[1] بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج42 / 195 / باب 126 إخبار الرسول ص بشهادته و إخباره صلوات الله عليه بشهادة نفسه ..... ص: 190

[2] بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج42 / 195 / باب 126 إخبار الرسول ص بشهادته و إخباره صلوات الله عليه بشهادة نفسه ..... ص: 190

لَا تُؤْذِينِي يَا أُمَّ كُلْثُومٍ فَإِنَّكِ لَوْ تَرَيْنَ مَا أَرَى لَمْ تَبْكِ.[۱]

اس لیے کہ جو میں دیکھ رہا ہوں اگر تم بھی دیکھتیں تو تمہاری یہ حالت نہ ہوتی

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ فِي السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ بَعْضُهُمْ خَلْفَ بَعْضٍ وَ النَّبِيُّونَ خَلْفَهُمْ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ ص آخِذٌ بِيَدِي يَقُولُ انْطَلِقْ يَا عَلِيُّ.[۲]

فرمایا: فرشتے ساتوں آسمانوں سے ایک کے پیچھے ایک مسلسل چلے آرہے ہیں اور میرے سامنے انبیاء وفرشتگان الٰہی کا جم غفیر ہے جو مجھ سے خطاب کر کے کہہ رہے ہیں ”پیارے علی آجاؤ ہماری طرف اس لیے کہ جو تمہاری حالت بنائی گئی ہے اس سے یہاں آجانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔“

فَمَا أَمَامَكَ خَيْرٌ لَكَ مِمَّا أَنْتَ فِيهِ.[۳]

علی ان کے لئے بددعا کرو!!

میں نے آج شہادت امیرالمومنین علیہ السلام کی مناسبت سے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک حدیث لکھی ہے کہ بعداز شہادت امیرالمومنین یا ضربت لگنے کے دوسرے دن امام حسن علیہ السلام کی زبانی نقل ہے کہ آپ نے فرمایا:

میں واقعہ بدر کی برسی سے کچھ دنوں قبل اپنے بابا جان سے محو گفتگو تھا کہ انھوں نے مجھ سے فرمایا:

مَلَكَتْنِي عَيْنَايَ[۴]

---

[۱] الخرائج و الجرائح / ج1 / 178 / الباب الثانی فی معجزات أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب ع..... ص: 171

[۲] بحار الأنوار (ط-بیروت) / ج4 / 120 / باب 3 البداء و النسخ..... ص: 92

[۳] بحار الأنوار (ط-بیروت) / ج4 / 120 / باب 3 البداء و النسخ..... ص: 92

[۴] مهج الدعوات و منهج العبادات / 319 / و من ذلك ما نذكره فی تعیین الاسم الأعظم أو غیره..... ص: 316

نماز صبح کے بعد میری آنکھ ذرا لگ گئی تھی کہ خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تشریف لائے ہوئے ہیں:

فَسَنَحَ لِی رَسُولُ اللهِ فَقُلْتُ : یَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی امت نے کیا کیا ستم میرے اوپر نہیں ڈھائے، کس قدر دشمنی وگمراہی انھوں نے آپ کے بعد اپنائی،

فَقَالَ لِی ادْعُ علیهم [1]

تو انھوں نے مجھ سے فرمایا۔علی علیہ السلام اب مدارات (معاف کرنے اور چھوڑ دینے) کا وقت ختم ہوگیا، خدا سے تم ان کے لئے بددُعا کرو۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے جو بدعا کی وہ یہ ہے:

فَقُلْتُ : أَبْدَلَنِی اللّٰهُ بِهِمْ خَيْراً لِی مِنْهُمْ [2]

میں نے بارگاہ الٰہی سے درخواست کی، پروردگارا! مرے لیے ان سے بہتر لوگوں کو قرار دے اوران کے لیے ایسے افراد کو بھیج دے جو بدترین لوگ ہوں،

بس ایک دن کے فاصلہ سے حضرت علیہ السلام نے جو یہ دعا کی تھی مستجاب ہوگئی اور انیسویں کی صبح کو دنیائے اسلام تاریخ کی عظیم شخصیت کے غم میں سوگوار ہوگئی آپ کا فرق مبارک دو پارہ ہوگیا اور فضا اس فریادِ "تهدّمت والله اركان الهدیٰ" (قسم بہ خدا ہدایت کی بنیادیں منہدم ہوگئیں) سے گونج اٹھی علی علیہ السلام لوگوں کے درمیان سے اٹھ گئے اور شہادت علی علیہ السلام کے بعد دنیائے اسلام نے جو جو سختیاں جھیلیں وہ سب تاریخ میں محفوظ ہیں، یہی کوفہ کن کن سختیوں سے

---

[1] بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج42 / 291 / باب 127 كيفية شهادته ع و وصيته و غسله و الصلاة عليه و دفنه ..... ص: 199

[2] منهاج البراعة فی شرح نهج البلاغة (خوئی) / ج5 / 125 / و قال عليه السلام فی سحرة اليوم الذی ضرب فيه ..... ص: 125

گزرا اسی کوفہ پر حجاج جیسا درندہ مسلط ہوا، یہی کوفہ ہے جس پر اموی سلاطین امیرالمومنین کی شہادت کے بعد، یکے بعد دیگرے آتے رہے اور اس پر قبضہ جمائے رکھا، یہ لوگوں کی ناشکری ہی کا نتیجہ تھا جس کی وجہ سے کوفہ کو ان سخت و دشوار مسائل سے دو چار ہونا پڑا۔

لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم

دعائیہ کلمات

خدایا: تجھے محمد وآل محمد علیہم السلام کا واسطہ تجھے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طیّب وطاہر روح کا واسطہ کہ ہم سب کو علی بن ابی طالب علیہ السلام کے شیعہ اور پیروکاروں میں سے قرار دے۔

زندگی کے دشوار گزار امتحانوں اور نشیب وفراز میں کامیابی و کامرانی عطا کر

بصیرت وصبر کی توفیق دے۔

خدایا: مسلمان قوم کو سارے تجربوں میں کامیابی عطا فرما اور دشمنان اسلام کو مغلوب ومحکوم اور ذلیل ورسوا کردے۔

پروردگارا: قوم وملت کی اصلاح کو فساد میں بدلنے والے پوشیدہ ہاتھوں کو قطع کردے۔

خدایا! قوم کے ایک ایک فرد کے دلوں کو اخوت وبرادری، محبت واتحاد کی گرمی عطا کر اوران صفات سے قلوب کو منور فرمادے۔

پروردگارا! بطفیل محمد وآل محمد علیہم السلام انقلاب اسلامی کے بلند وبالا اہداف کی راہ میں موجود ساری رکاوٹوں کو قوم سے دور کردے، ہمارے معاشرے کو مکمل اسلامی معاشرہ بنادے، اسے ایمان واسلام میں پختہ تر

کر دے ہمارے دل، ہماری جانیں ہماری روح وفکر و اخلاق کو اس طرح بنا دے جس طرح علی علیہ السلام کو پسند ہے۔

میرے مالک؛ ہمیں، ہمارے مرحومین کو اور ہمارے والدین کو بخش دے۔

پروردگارا: حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اولیائے خاص کے جوار میں جگہ دے شہدا راہ خدا کی پاکیزہ ارواح کو اعلیٰ علیین میں شمار کر۔

خدایا: انقلاب کے جانثاروں اور جانبازوں کو جہاں کہیں بھی ہوں اپنے لطف و رحمت کے سائے میں جگہ دے۔ [1]

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

---

[1] خطبات نماز جمعہ تہران۔ مورخہ ۱۲۱۱۷۵ ش

حضرت علی علیہ السلام کی میلاد کے موقع پر خطاب

(۲۶/۰۶/۲۰۱۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میں بھی بوشہر کے عزیز بھائیوں اور بہنوں کو اس عید سعید اور مولود کعبہ کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے مبارکباد پیش کرتا ہوں آپ حضرات طویل مسافت طے کرکے یہاں تشریف لائے ہیں اور اپنے ولایت مدار دلوں کی گہرائی سے نکلنے والی معطر سانسوں کے ذریعہ ہمارے حسینیہ کی فضا کو خوشبو سے معطر کیا ہے۔ ہماری تاریخ کے صفحات میں بوشہر کا ایک شاندار واقعہ موجود ہے یہ واقعہ بہت ہی درخشاں اور قابل فخر واقعہ ہے بوشہر کے محترم امام جمعہ [1] جو ایک عالم وفاضل اور دانشمند انسان ہیں جیسا کہ انھوں نے بھی اس اہم واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے۔

بوشہر کی تاریخ ایک درخشاں اور قابل فخر تاریخ ہے۔ بوشہر کے شجاع اور بہادر عوام نے متعدد بار اس ملک وقوم کے دشمنوں کو ہزیمت وشکست اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا اور انھیں ذلت آمیز شکست سے دوچار کرکے ان پر فتح حاصل کی۔ بوشہر کے نام آور علماء جن کے نام محترم امام جمعہ نے لئے ہیں وہ معروف ومشہور علماء ہیں جن کے نام حقیقت میں ممتاز شیعہ علماء کی فہرست میں شامل ہیں۔ شہید رئیس علی دلواری جو ایک مومن، دلیر اور شجاع انسان تھے ان کا نام ان ناموں کی فہرست میں شامل ہے شہید دلواری پورے ملک میں ان مومن دلوں کو اپنی جانب مبذول و

[1] حجۃ الاسلام والمسلمین صفائی بوشہری

مجذوب کرتے رہے جو اس مجاہد کے جہاد و مجاہدت اور تلاش و کوشش اور حالات سے واقف اور آگاہ تھے، اس شہید کے نام کو مخفی رکھنے اور پوشیدہ کرنے کی کوشش کی جاتی رہی لیکن ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ اس شہید کا نام لوگوں کی زبان پر جاری ہوگیا؛ عوام نے اس کو پہچان لیا، اس کی شخصیت کی تعریف و ستائش شروع کردی، سبھی نے اس کی مظلومیت اور اس کی مظلومانہ شہادت کو اچھی طرح درک کرلیا، البتہ آج کے دور میں اور اس دور میں کافی فرق ہے، اس دور میں معدودے چند افراد مجبوری اور مظلومیت کے ساتھ ایک شجاع اور بہادر جوان کے ہمراہ برطانیہ کی سامراجی اور استعماری طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے؛ لیکن آج کثیر تعداد میں رئیس علی دلواری جیسے افراد ملک میں موجود ہیں جو تنہا اور اکیلے بھی نہیں ہیں۔

یہ ہمارے عزیز جوان، ہمارے فداکار جوان، میدان کارزار میں سرگرم بسیج و رضا کار فورس کے جوان، ثقافتی اور سیاسی محاذ پر سرگرم عمل بسیج اور رضا کار دستے آج پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں؛ یقینی طور پر بوشہر ان مراکز میں شامل ہے جو ایسے غیور و بہادر جوانوں کی تعلیم و تربیت اور رشد و نمو کو اپنے دوش پر لئے ہوئے ہے، میں نے چند سال قبل بوشہر کا جو دورہ کیا تھا وہ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں اس کو فراموش نہیں کروں گا، میں نے بوشہر کے عوام کے گہرے اور عمیق ایمانی جذبات اور پاک احساسات کا قریب سے مشاہدہ کیا تھا، میں نے بوشہر کے لوگوں کے جوش و ولولہ کو قریب سے دیکھا تھا۔

آپ آج بھی ان جذبات کا اظہار کررہے ہیں، سبھی جان لیں اور آپ عزیز جوان بھی جان لیں؛ زمانہ تبدیل ہوگیا ہے، وہ دور گذر چکا ہے جب بیرونی و سامراجی طاقتیں اس علاقہ کے لوگوں کو آسانی کے ساتھ، آزادانہ طور پر ذلیل و خوار کرتی تھیں، جب چاہتی تھیں اس علاقہ میں حاضر ہوجاتی تھیں، وہاں اپنی فوج پیدل کرتی تھیں اور دباؤ ڈالتی تھیں۔ آج ایرانی قوم دنیا کی ایک مقتدر قوم کے طور پر پہچانی جاتی ہے، مسئلہ درہم اور دینار کا مسئلہ نہیں ہے مسئلہ ہتھیاروں کا مسئلہ نہیں ہے، مسئلہ تبلیغاتی و نشریاتی وسائل کا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں ہمارے دشمنوں کے

پاس ہزار برابر زیادہ ہیں ؛ مسئلہ ایمان کا مسئلہ ہے، مسئلہ پختہ عزم وارادہ کا مسئلہ ہے، بصیرت کا مسئلہ ہے ایک قوم کی اپنی شان اپنے مقام اور اپنے حق کے متعلق آگاہی کا مسئلہ ہے۔

آج سامراجی طاقتوں کا ہاتھ آشکار اور ظاہر ہو گیا ہے، تمام پروپیگنڈوں اور تبلیغات کے باوجود، تمام تبلیغاتی وسائل اختیار میں رکھنے کے باوجود اور اس تصور کے باوجود کہ رائے عامہ ان کی مٹھی میں ہے ان تمام چیزوں کے باوجود سامراجی طاقتوں اور ان کے سرفہرست امریکہ کی عزت وآبرو قوموں کے سامنے دن بدن ختم ہوتی جارہی ہے، انھیں مزید ذلت ورسوائی کا سامنا ہے قوموں کی استقامت و پائیداری اور قومی طاقتوں کے ظہور کی قدر ومنزلت مزید روشن ہوتی جائے گی، مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے، حقیقی اقتدار ایرانی عوام کا حق ہے واقعی اقتدار ایرانی قوم سے متعلق ہے؛ اور ایرانی قوم کو اس کے منتخب راستہ سے دنیا کی کوئی طاقت بھی منصرف اور منحرف نہیں کرسکتی۔

اچھا! آج بہت بڑی عید کا دن ہے؛ تاریخ انسانیت کی ایک بہت بڑی اور بے مثال شخصیت کی ولادت کا دن ہے؛ ہم پیغمبر اسلام، خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شان ومنزلت اور عظمت کا ہم پلہ نہیں سمجھتے ہیں۔ آج ہمیں تحفہ اور عیدی لینی چاہیے ہمارا تحفہ اور ہماری عیدی یہ ہے کہ ہمیں ان کی سیرت سے سبق اور درس حاصل کرنا چاہیے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت ولادت سے لیکر شہادت کے ہنگام تک تمام ادوار میں ایک استثنائی اور بے مثال شخصیت ہے حضرت علی علیہ السلام کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی ، یہ شرف صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام کو نصیب ہوا ہے حضرت علی علیہ السلام سے قبل اور بعد آج تک کسی کو یہ شرف نہیں ملا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت بھی مسجد میں ومحراب عبادت میں ہوئی ہے اور ان دونوں نقطوں کے درمیان حضرت علی علیہ السلام کی زندگی جہاد ومجاہدت کا عظیم مرقع ہے، صبر وضبط اور برداشت وتحمل کا عظیم پیکر ہے معرفت اور بصیرت کا سرچشمہ ونمونہ ہے آپ کا

عمل اور آپ کی حرکت اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء اور اس کی خوشنودی کے مطابق ہے۔

دست قدرت نے بچپن سے ہی حضرت علی علیہ السلام کی تعلیم و تربیت کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی آغوش کا انتخاب کیا امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی عمر مبارک چھ سال تھی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو حضرت ابو طالب کے گھر سے اپنے گھر لے گئے، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں پرورش اور تربیت پائی، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے وقت صرف حضرت علی علیہ السلام تھے جو غار حرا اور ان حساس لمحات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر رہتے تھے۔

وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ اتِّبَاعَ الْفَصِيلِ أَثَرَ أُمِّهِ. [1]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ، اُن سے الگ ہوئے بغیر امیر المومنین علیہ السلام ان سے ہمیشہ سیکھ رہے تھے تعلیم حاصل کررہے تھے، خود حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں خطبہ قاصعہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ [2]

جس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی میں نے شیطان کے نالہ وشیون کی آواز سنی۔

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الرَّنَّة. [3]

میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: یہ آواز جو میں نے سنی ہے کس کی آواز تھی؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] نہج البلاغة (للصبحی صالح)/300/فضل الوحی..... ص: 300

[2] نہج البلاغة (للصبحی صالح)/301/فضل الوحی..... ص: 300

[3] شرح نہج البلاغة لابن أبی الحدید/ ج13/ 197/ استدلال قاضی القضاة علی إمامة أبی بکر و رد المرتضی علیه..... ص: 184

هَذَا الشَّيْطَانُ قَدْ أَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهِ.[1]

لوگوں کو گمراہ کرنے کے سلسلے میں یہ شیطان کی ناامیدی اور مایوسی کی آواز اور اس کا نالہ وشیون تھا، ہدایت کا چراغ آ گیا، اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَ تَرَى مَا أَرَى[2]

بیشک جو میں سنتا ہوں وہ تم سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں وہ تم دیکھتے ہو۔

بچپن کے دور میں امیر المومنین علی علیہ السلام کا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرب ونزدیکی کا یہ عالم ہے۔ بچپن میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا کی، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فداکاری کے اعلی نمونے پیش کئے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پوری زندگی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہے، اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد بھی مختلف ادوار میں، حق کی حفاظت، دین خدا کی بقا، اسلام کی حفاظت اور استحکام کے لئے اپنی تمام کوششوں کو بروی کار لائے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں حق کی میزان اور حق کا معیار علی علیہ السلام ہیں۔ سنی علماء اور شیعہ علماء سے منقول ہے کہ:

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ يَدُورُ حَيْثُمَا دَارَ.[3]

اگر آپ حق کی تلاش وجستجو میں ہیں تو دیکھئے کہ علی کہاں کھڑے ہیں، وہ کیا کر رہے ہیں ان ک انگلی کا اشارہ کس طرف ہے امیر المومنین علی علیہ السلام کی زندگی ایک ایسی زندگی ہے۔

---

[1] بحار الأنوار (ط - بيروت) / ج14 / 476 / باب 31 ما ورد بلفظ نبى من الأنبياء و بعض نوادر أحوالهم و أحوال أممهم و فيه ذكر نبى المجوس..... ص: 451

[2] عوالى اللئالى العزيزية فى الأحاديث الدينية / ج4 / 122 / الجملة الثانية فى الأحاديث المتعلقة بالعلم و أهله و حامليه..... ص: 59

[3] الفصول المختارة ..... ص: 96

نہج البلاغہ ایک بحر بیکراں

نہج البلاغہ کو اچھی طرح پڑھنا اور یاد کرنا چاہیے، حالیہ برسوں میں مسلمانوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلم مفکرین اور ماہرین بھی نہج البلاغ سے آشنا ہوئے ہیں؛ انھوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام کے کلمات کا غور سے مطالعہ کیا اور پڑھا ہے؛ انھوں نے ان بیانات میں مجسم حکمتوں کو سنا اور یاد کیا اور اس کلام اور صاحب کلام کی عظمت کے سامنے حیرت زدہ اور سرخم ہیں؛ ہمیں نہج البلاغہ پر اس سے کہیں زیادہ توجہ کرنی چاہیے؛ ہمیں نہج البلاغہ کو اس سے کہیں زیادہ یاد کرنا چاہیے؛ ہمیں نہج البلاغہ کے اس بحر بیکراں اور حکمتوں کے اتھاہ سمندر سے کہیں زیادہ استفادہ کرنا چاہیے؛ ان سے عمل کے تمام پہلو واضح اور نمایاں ہوتے ہیں، ان میں ہمارے لئے تمام اسباق و دروس موجود ہیں، ان نورانی کلمات کے بارے اہلسنت کے بزرگ علماء کی بعض تعبیرات موجود ہیں جن سے انسان تعجب میں ڈوب جاتا ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام صرف شیعوں سے متعلق نہیں ہیں؛ بلکہ پورے عالم اسلام سے متعلق ہیں؛ جن لوگوں کے دلوں میں اسلام کے ساتھ گہری محبت ہے، وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کو علمی، معنوی، اخلاقی، انسانی اور الہی عظمت و شرف کی بلندی پر مشاہدہ کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی سراپا درس

امیر المومنین علی علیہ السلام کی زندگی سراپا درس ہے، امیر المومنین علی علیہ السلام کے اعمال کے درمیان جو چیز انسان مشاہدہ کرتا ہے وہ یہ کہ ایک اچھے انسان اور ایک اچھے حاکم کی تمام نیک عادات و خصائل اور سیرت حضرت کامل و اکمل نمونہ ہیں اور ان کی یہ خصوصیات آج ہمارے لئے

سب سے اعلی اور اہم نمونہ ہیں، ایسے لوگوں کو بصیرت دینے اور بصیرت عطا کرنے کا مسئلہ، جنھیں بصیرت کی ضرورت ہے؛ یعنی موجودہ حالات اور ماحول کے بارے میں لوگوں کو مختلف ادوار میں آگاہی فراہم کرنا، یہ عظیم شجاعت ہے یہ عظیم فداکاری ہے، لوگوں کو بصیرت اور آگاہی دینا ان کے ایمان اور فکر کو عمیق بنانا، یہ آگاہی اور بصیرت عوام کی اہم خدمت ہے، جنگ صفین میں جب حریف دشمن نے شکست و ناکامی کا احساس کیا اور جنگ کو روکنے کے لئے جب اس نے قرآن نیزوں پر بلند کئے، کچھ لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے اردگرد جمع ہوگئے اور جنگ کو روکنے کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ تسلیم ہو جائیں اور جنگ تمام کر دیں؛ انھوں نے قرآن کو پیش کیا، یہ کام عجیب و غریب کام تھا،

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اشتباہ کررہے ہو؛ تم دشمن کو نہیں پہچانتے یہ لوگ جو آج قرآن کریم کو حکم کے طور پر پیش کررہے ہیں ان کا قرآن پر اعتقاد اور یقین نہیں ہے، میں ان کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔

إني صحبتهم وعرفتهم اطفالا ورجالا [۱]

میں ان کو بچپنے سے پہچانتا ہوں، میں نے ان کی بزرگی کا دور بھی دیکھا ہے۔

فكانوا شرّ اطفال وشرّ رجال [۲]

یہ لوگ بچپن میں بھی شریر اور برے تھے اور بڑے ہو کر بھی شریر اور برے ہی ہیں۔

ان کا قرآن پر کوئی یقین نہیں ہے جب یہ کسی مشکل میں پھنس جاتے ہیں تو قرآن کو پیش کرتے ہیں البتہ ان لوگوں نے امیر المومنین کی ان باتوں پر توجہ نہیں کی، اصرار کیا اور عالم اسلام کو زبردست نقصان پہنچایا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام بصیرت عطا کرنے والے ہیں، آج ہمیں اس بصیرت کی ضرورت

---

[۱] الحقائق فی تاریخ الاسلام ص ۳۹۰

[۲] الحقائق فی تاریخ الاسلام ص ۳۹۰

ہے، آج عالم اسلام کے دشمن، اسلامی اتحاد کے دشمن، دین کا لباس پہن کر میدان میں وارد ہوتے ہیں، اخلاق کا لباس اوڑھ کر میدان میں وارد ہوتے ہیں؛ ہمیں آگاہ اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے جہاں وہ غیر مسلمانوں کی رائے عامہ کو منحرف کرنا اور فریب دینا چاہتے ہیں وہاں وہ انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں ڈیموکریسی اور جمہوریت کی بات کرتے ہیں اور جہاں وہ عالم اسلامی کی رائے عامہ کو منحرف کرنا اور فریب دینا چاہتے ہیں تو وہاں وہ قرآن کا نام لیتے ہیں، اسلام کا نام لیتے ہیں؛ جبکہ نہ وہ قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی اسلام پر ان کا اعتقاد اور یقین ہے اور نہ ہی انسانی حقوق اور جمہوریت پر ان کا کوئی یقین ہے۔

یہ چیز امت مسلمہ کو جان لینی چاہیے ایرانی عوام نے ان چیزوں کا گزشتہ اکتیس برسوں میں خوب تجربہ کیا ہے؛ آج بھی ہمیں جاننا چاہیے اور اس کے متعلق ہم سب کو آگاہ رہنا چاہیے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے دوستوں کو فتنہ اور فریب کے موقع اور لمحات میں آگاہ و خبردار کرتے ہیں:

اَمْضُوا عَلَى حَقِّكُمْ وَ صِدْقِكُم [1]

حق وصداقت کے جس راستہ پر آپ گامزن ہیں۔

سچائی اور حقیقت کے جس راستہ پر آپ عمل پیرا ہیں اس کو ہاتھ سے نہ جانیں دیں اس کو ترک نہ کریں؛ فتنہ پروروں اور فتنہ وفساد پھیلانے والوں کی باتیں آپ کے دلوں میں تزلزل پیدا نہ کریں؛

اَمْضُوا عَلَى حَقِّكُمْ وَ صِدْقِكُم

آپ کا راستہ صحیح اور درست راستہ ہے جیسا کہ ہم نے متعدد بار عرض کیا ہے کہ فتنہ کے دور میں فضا غبار آلود ہے، مطلع ابر آلود ہے ہوا صاف نہیں ہے، اچھے اور ممتاز افراد کبھی غلطی اور

---

[1] الإرشاد في معرفة حجج الله على العباد / ج1 / 270 / كلامه ع للخوارج حين رجع إلى الكوفة ..... ص: 270

اشتباہ کا شکار ہوجاتے ہیں، یہاں معیار کا ہونا ضروری ہے، معیار بھی وہی حق وصداقت اور برہان ودلیل ہے جو عوام کے پاس موجود ہے، امیر المومنین علی علیہ السلام لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرتے تھے آج ہمیں بھی اسی چیز کی ضرورت ہے۔

اسلام ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ اسلامی معاشرے وسماج میں اسلامی احکامات اور اسلامی دستورات کے مطابق ہدایت، راہنمائی اور زندگی بسر کرنی چاہیے، اسلام حکم دیتا ہے کہ متجاوز اور حملہ آور دشمن کا پائیداری اور سختی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے؛ دشمن کے ساتھ حدوں کو واضح اور مشخص کرنا چاہیے، اسلام کا فرمان ہے کہ دشمنوں کے مکر وفریب میں نہیں آنا چاہیے یہ امیر المومنین علی علیہ السلام کا واضح اور روشن راستہ ہے؛ آج ہمیں بھی اس واضح اور درخشاں راستہ پر گامزن رہنے کی ضرورت ہے۔

البتہ انقلاب اسلامی کے فیض وبرکت سے ایرانی قوم ایک بیدار اور آگاہ قوم ہے، اس ملک کی بہت سی مشکلات عوام کی بصیرت کی بدولت حل ہوگئی ہیں، اکثر اوقات انسان کو یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ عوام کی بڑی تعداد خواص وممتاز افراد کی نسبت حقائق کو بہتر سمجھتے اور بہتر درک کرتے ہیں کیونکہ ان کے دنیاوی تعلقات بہت ہی کم ہیں، یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! آپ جان لیں، ایران کی پوری قوم جان لے؛ ایرانی عوام نے اعلی اہداف ومقاصد کی جانب گامزن رہنے میں اپنی استقامت، پائداری اور اپنے ثبات قدم کا واضح ثبوت دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ وہ اس پر ثابت قدم رہیں گے اور اس پائداری واستقامت کی حفاظت کریں گے۔

ایرانی قوم اسلام کے سائے میں رہ کر ایک سعادت مند، خوشحال، اخلاق سے آراستہ وپیراستہ اور عزت واقتدار کی مالک قوم کے طور پر زندگی بسر کرنا چاہتی ہے، ایرانی قوم اس راستہ پر گامزن ہے انھوں نے اس راستہ پر گامزن رہ کر پیشرفت وترقی حاصل کی ہے اور بڑے بڑے

کام انجام دیئے ہیں، جو کچھ آپ آج اور اس دور میں مشاہدہ کررہے ہیں، یہ ترقیات، یہ توانائیاں، یہ فراواں وسائل، یہ انقلاب اسلامی کے اصلی نعروں کا قطعی طور پر جامہ عمل پہننا، یہ سب کامیابیاں آسانی کے ساتھ ہاتھ میں نہیں آئی ہیں ؛ ایرانی قوم نے ان کامیابیوں کو اپنی بصیرت اور اپنی جہدو جہد و تلاش و کوشش اور اپنی توانائیوں کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایرانی قوم اس راستہ پر گامزن رہے گی، مستقبل ایرانی قوم کے ہاتھ میں ہے، دشمنوں اور بدنیتوں کا مکر وفریب ایرانی عوام کو ان کے راستہ سے منحرف اور منصرف نہیں کرسکے گا۔

آج ہمارے جوانوں کے اندر بحمد اللہ اچھی بصیرت موجود ہے ہمارے جوان مختلف شعبوں میں اچھے، اہم اور بڑے کام انجام دے رہے ہیں اوراس حرکت میں مزید اضافہ ہونا چاہیے اس ثابت قدمی میں، اس استقامت و پائیداری میں، اس قومی اتحاد و یکجہتی میں، روز بروز اضافہ ہونا چاہیے، اسلام کے اصولوں سے تمسک، قرآن مجید کے ساتھ وابستگی اور اہلبیت علیہم السلام کی سیرت اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے کلمات کے ساتھ تمسک میں روز بروز اضافہ ہونا چاہیے۔

انشاء اللہ ہمارے عزیز جوان اس دن کا مشاہدہ کریں گے جب بین الاقوامی منہ زور اورسرکش طاقتیں یہ احساس کریں گی کہ وہ ایرانی قوم کے خلاف اب منہ زوری اور طاقت آزمائی کرنے سے عاجز ودرماندہ ہیں۔

خداوندمتعال عزیز قوم اور دلسوز و ہمدرداور خدمتگزار حکام کی نصرت و مدد فرمائے تاکہ وہ اپنی تلاش وکوش کے ذریعہ اس ہدف کومزید قریب کرنے میں کامیاب ہوجائیں اور انشاء اللہ اپنے اعمال کے ذریعہ اس کا جلد از جلد موقع فراہم کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی مدد، نصرت اور حفاظت فرمائے، آپ نے جو یہ زحمت اٹھائی ہے اور طویل سفر طے کرکے یہاں تشریف لائے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کواس پر اجرو ثواب مرحمت فرمائے۔

میں آپ کے ذریعہ بوشہر کے تمام لوگوں کو سلام پیش کرتا ہوں اوران کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتا ہوں انشاء اللہ، خداوند متعال آپ سب سے راضی وخوشنود رہے، حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی روح آپ سے شاد وخوشحال رہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عزیز شہیدوں اور بوشہر کے تمام شہداء کو اپنے اولیا کے ساتھ محشور فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ